READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تعلیم و تربیت

76 واں سال دسواں شمارہ

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

پاکستان میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا

بچوں کا محبوب رسالہ

فروری 2017ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

کشمیر جنت نظیر دُنیا کے خطے پر پاکستان کے شمال مشرق اور بھارت کے شمال مغرب حصے پر ایک متنازعہ ریاست ہے، جس کے ایک حصے پر بھارت نے تقسیم برصغیر کے بعد سے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ یہ ریاست حسن وخوبصورتی کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس میں بلند و بالا پہاڑوں کے سلسلے پھیلے ہوئے ہیں جن میں کوہ ہمالیہ اور کوہ قراقرم قابلِ ذکر ہیں۔ دریائے جہلم سرینگر شہر سے ہوکر گزرتا ہے۔ یہ وادی بڑی زرخیز اور پُر رونق ہے۔ دریائے سندھ بھی کشمیر سے ہوکر پاکستان داخل ہوتا ہے۔ یہاں گندم اور چاول بکثرت ہوتے ہیں۔ یہاں کی کشمیری شالیں اور گرم کپڑا خاص طور پر مشہور ہیں۔ بھارتی مقبوضہ کشمیر کا رقبہ اٹھاون ہزار مربع میل اور اس کا دارالحکومت سری نگر ہے جب کہ آزاد کشمیر کا رقبہ پانچ ہزار آٹھ مربع میل ہے اور اس کا دارالحکومت مظفر آباد ہے۔ کشمیر کی مجموعی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب 77 فی صد ہے۔ آزاد کشمیر میں شمالی علاقوں کا رقبہ شامل نہیں ہے۔ بدھوں اور ہندوؤں کے اقتدار کے بعد یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ ان کے ساتھ بہت سے اولیائے اللہ بھی آئے جن کی تبلیغ نے ریاست کے ہندوؤں کو حلقۂ بگوش اسلام کیا۔ 1586ء میں یہاں مغلوں نے حکومت قائم کی۔ مغل حکومت کے زوال کے بعد مقامی حاکم آزاد ہو گئے۔ 1846ء میں انگریزوں نے پنجاب میں سکھ حکومت کا خاتمہ کر دیا اور کشمیر کا علاقہ 75 لاکھ روپوں میں ایک ڈوگرہ راجا گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیا جس نے برسرِ اقتدار آ کر یہاں کی مسلم اکثریت پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں کشمیری مسلمانوں نے اپنے حقوق کی جدوجہد شروع کی۔ 1932ء میں شیخ محمد عبداللہ نے مسلم کانفرنس کے نام سے ایک سیاسی تنظیم قائم کی۔ بعدازاں وہ اس سے الگ ہو گئے اور 1938ء میں نیشنل کانفرنس نے ''کشمیر چھوڑ دو'' تحریک چلائی۔ 27 جولائی 1946ء کو مسلم کانفرنس نے پاکستان سے کشمیر کے الحاق کا فیصلہ کیا۔ جون 1947ء میں تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان ہوا۔ اس کے تحت تمام ریاستوں کے حکمرانوں کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ پاکستان یا بھارت کے ساتھ الحاق کر سکتی ہیں۔ چناں چہ مسلم کانفرنس نے کشمیر کا پاکستان سے الحاق کا فیصلہ دیا لیکن کشمیر کے غیر مسلم راجا نے ہندوؤں اور سکھوں کے ذریعے مسلمانوں کا قتلِ عام کرانا شروع کر دیا۔ چناں چہ مسلمانوں نے راجا کے ظلم وستم سے تنگ آ کر علمِ بغاوت بلند کر دیا اور آزاد کشمیر حکومت کے نام سے اپنی حکومت قائم کر لی۔ راجا ہری سنگھ بھاگ کر جموں توی چلا گیا اور ریاست کو انڈین یونین میں شامل کرنے کی درخواست کی۔ بھارت نے فوراً ہوائی جہازوں کے ذریعے سرینگر میں اپنی فوجیں اُتار دیں۔ اس وقت مجاہدین سرینگر سے چند میل دُور رہ گئے تھے۔ آخر جنوری 1949ء میں اقوام متحدہ کی مداخلت سے جنگ بند ہو گئی اور دونوں علاقوں کے درمیان جنگ بندی لائن قائم کر دی گئی۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں جنگ بندی قرارداد کے ساتھ ایک اور قرارداد بھی منظور ہوئی جس میں کہا گیا تھا کہ دونوں ملک کشمیر سے اپنی اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔ اس کے بعد اقوام متحدہ کی زیرِ نگرانی رائے شماری ہو گی۔ اس ضمن میں سلامتی کونسل نے اقوام متحدہ کا کمیشن برائے پاک و ہند قائم کیا۔ رائے شماری کے منصوبے پر کبھی عمل نہ ہوا۔ اس مسئلے پر پاکستان اور بھارت کے درمیان دو بڑی جنگیں ہو چکی ہیں۔

5 فروری کو مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ یک جہتی کے اظہار کے لیے ''یومِ کشمیر'' منایا جاتا ہے۔ کشمیری کئی دہائیوں سے اپنی آزادی کی جدوجہد میں نسل در نسل قربانیاں دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ کشمیریوں کو بھارت کے غاصبانہ تسلط سے نجات دلائے اور وہ دن دُور نہیں جب کشمیر میں آزادی اور امن و آزادی کا سورج طلوع ہو گا۔ لیجیے اس ماہ کا رسالہ پڑھیے اور اپنی تنقید و تجویز سے آگاہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

فی امان اللہ! (ایڈیٹر)

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر	1
حمد و نعت	ریاض حسین قمر	2
درسِ قرآن و حدیث	محمد طیب الیاس	3
لاجواب	علی اکمل تصور	4
پچھتاوا	اُم عادل	7
پیارے اللہ کے......	راشد علی نواب شاہی	9
کاوچ پوٹیٹو	شمین خان	11
شتر مرغ	شیخ عبدالحمید عابد	15
حضرت عیسیٰ کو پین		17
اوجھل خاکے		18
اُمید کی ناؤ	محمد فاروق دانش	19
مختصر مختصر	رنگا رنگ تراشے	23
گولو اور مولو	حماد یہ احمد	25
میری بیاض سے	پسندیدہ اشعار	27
میری زندگی کے مقاصد	پُرعزم قارئین	28
بچوں کا انسائیکلوپیڈیا	ڈاکٹر طارق ریاض	29
کھیل دس منٹ کا		31
گھاس نہ ڈالنا	زبیدہ سلطانہ	32
خوش قسمت حسن	ناصر محمود فرہاد	33
کھوج لگائیے	ننھے کھوجی	36
بھول بھلیاں		37
بارہ دوست بارہ باتیں	ثمرہ سعید احمد	40
دماغ لڑاؤ	ذہین قارئین	42
اچھی عادت	عاطر شاہین	43
آئیے مسکرائیے		46
آپ بھی لکھیے	ننھے لکھاری	47
کشمیر اور قائداعظم	رانا محمد شاہد	51
دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس	غلام حسین میمن	53
ایڈیٹر کی ڈاک		55
قصہ تین درزیوں کا	کلثوم سعید	57
جنوں کی سرزمین	احمد عدنان طارق	61
بوجھو تو جانیں	دل چسپ پہیلیاں	63
بلاعنوان		64

اور بہت سے دل چسپ تراشے اور سلسلے

سرورق: ''یومِ کشمیر''

ایڈیٹر، پبلشر: ظہیر سلام

اسسٹنٹ ایڈیٹر: عابدہ اصغر

سرکولیشن اسسٹنٹ: محمد بشیر راہی

سالانہ خریدار بننے کے لیے سال بھر کے شماروں کی قیمت پیشگی بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں سرکولیشن منیجر: ماہنامہ ''تعلیم و تربیت'' 32۔ ایمپریس روڈ، لاہور کے پتے پر ارسال فرمائیں۔

فون: 36361310-36361309 فیکس: 36278816

پرنٹر: ظہیر سلام

مطبوعہ: فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور۔

سرکولیشن اور اکاؤنٹس: 60 شاہراہ قائداعظم، لاہور۔

خط وکتابت کا پتا

ماہنامہ تعلیم و تربیت 32۔ ایمپریس روڈ، لاہور۔

UAN: 042-111 62 62 62 Fax: 042-36278816

E-mail:tot.tarbiatfs@gmail.com

tot tarbiatfs@live com

پاکستان میں (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک) = 1000 روپے۔

مشرقِ وسطیٰ (ہوائی ڈاک سے) = 2400 روپے۔

ایشیا، افریقہ، یورپ (ہوائی ڈاک سے) = 2400 روپے۔

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا، مشرقِ بعید (ہوائی ڈاک سے) = 2800 روپے۔

قیمت فی پرچہ: 35 روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

حمد باری تعالیٰ

لائے ہیں ایک خواہش تیرے حضور مولا
تو بخش دے ہمارے سارے قصور مولا
ہم کو بچا لے شر ابلیس سے خدایا
ساری غلاظتوں کو کر ہم سے دُور مولا
ہم بھول بیٹھے تیری ذات کریم کو بھی
آیا ہمارے دل میں کیسا فتور مولا
ہر شے سے میرے مولا تیرا پتا ملا ہے
ہر ذرّہ جہاں سے ظاہر ہے نور مولا
نظر کرم ہو تیری ہم پر مرے خدایا
لکھ دے ہماری خاطر جنت کی حور مولا
خالق ہے سب جہاں کا مالک ہے سب جہاں کا
مکہ مدینہ تیرا اور کوہ طور مولا
کر دے عطا خدایا ہم کو سکوں کی دولت
کرے اطمینان حاصل دل ناصبور مولا

نعت رسولِ مقبول ﷺ

قربان ہیں جن پر تن من دھن سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ دُور کریں گے رنج و محن سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ جانِ بہاراں جب آئے اس دہر کے ویراں گلشن میں
پھر مہک اُٹھے مرجھائے چمن سبحان اللہ سبحان اللہ
ہر باغ کا ہر بوٹا پتا مصروف ثنائے احمد ہے
اور مدح سرا ہیں سرو سمن سبحان اللہ سبحان اللہ
وہ آقا ساقیٔ کوثر ہیں وہ جام ہمیں دیں گے بھر کر
جس روز بھڑکتے ہوں گے بدن سبحان اللہ سبحان اللہ
ہیں اُمت کے غم خوار نبیؐ وہ شافعِ روزِ محشر ہیں
ہے آپؐ میں بخشانے کی لگن سبحان اللہ سبحان اللہ
یہ بات ہے سچی بات بہت دوعالم کے ہر ذرّے ذرّے پر
ہیں احمدِ مرسل سایہ فگن سبحان اللہ سبحان اللہ
جوؐ مہر و وفا کے پیکر ہیں وہ انؐ کی نظر میں رہتا ہے
ہے تیرا قمرؔ جو رنگِ سخن سبحان اللہ سبحان اللہ

ریاض حسین قمرؔ

ناصبور: بے قرار
رنج و محن: دُکھ، تکلیف

دہر: دُنیا، عالم
سایہ فگن: سایہ ڈالنے والا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پہلے تولو پھر بولو

محمد طیب الیاس

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”انسان کوئی لفظ زباں سے نکال نہیں پاتا، مگر اس پر ایک نگران مقرر ہوتا ہے، ہر وقت (لکھنے کے لیے) تیار۔“

(سورۃ ق، آیت: 18)

ہم زبان سے جو بات کہتے ہیں نیکی کی بات ہو یا برائی کا کلمہ، وہ لکھ لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے ہر انسان کے ساتھ ہوتے ہیں، ایک دائیں جانب جو اس کی نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا بائیں جانب جو اس کے گناہ لکھتا ہے۔ قیامت کے روز اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے اور سب کچھ ظاہر ہو جائے گا، جو کچھ کیا ہوگا یا کہا ہوگا اس پر جزا و سزا مرتب ہوگی۔

پیارے بچو! جب ہمارا قول ریکارڈ ہو رہا ہے تو ہمیں بولنے میں احتیاط کرنی چاہیے، اچھی اور بھلائی کی بات کو زبان پر لانا چاہیے اور بری بات اور گناہ سے زبان کو بچانا چاہیے۔

ہمارے پیارے نبیؐ کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔“ (بخاری، باب حفظ اللسان: 6475، مسلم، کتاب الایمان: 47)

انسان کے اعضاء میں سے ”زبان“ سب سے اچھی چیز بھی ہے اور سب سے بری چیز بھی ہے۔

حضرت لقمان حبشی غلام تھے، ان کے آقا نے ان سے کہا کہ میرے لیے ایک بکری ذبح کرو، حضرت لقمان نے بکری ذبح کی۔ آقا نے کہا: اس بکری کے دو عمدہ عضو مجھ پر پیش کرو۔ انہوں نے دل اور زبان کو پیش کیا۔ آقا نے کہا: کیا بکری میں ان دو اعضاء سے بڑھ کر کوئی عضو عمدہ نہیں ہے؟ حضرت لقمان نے جواب دیا: نہیں۔ پھر ان کے آقا نے ایک اور بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔ چناں چہ حضرت لقمان نے ایک اور بکری ذبح کی۔ آقا نے کہا اب اس بکری کے دو برے (ناقص) عضو پیش کرو۔ حضرت لقمان نے اس بکری کے بھی دل اور زبان کو پیش کیا۔ آقا کہنے لگا عجب معاملہ ہے جب میں نے کہا بکری کے دو عمدہ عضو پیش کرو تو تم نے زبان اور دل کو پیش کیا، پھر میں نے تم سے کہا کہ بکری کے دو عضو پیش کرو تو پھر تم نے زبان اور دل کو پیش کر دیا؟ (یعنی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر یہ اچھے ہیں تو برے کیسے، اور اگر برے ہیں تو اچھے کیسے؟) لقمان حکیم نے فرمایا کہ زبان اور دل سے زیادہ عمدہ عضو کوئی نہیں مگر شرط یہ ہے کہ دونوں درست ہوں اور زبان اور دل سے زیادہ برے (ناقص) عضو کوئی نہیں جب کہ وہ بگڑ جائیں۔

(الزھد لاحمد 44/1)

پس زبان اچھی چیز ہے اس لیے کہ اس سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، اسلام کا کلمہ پڑھا جاتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے، خیر و بھلائی کی دعوت دی جاتی ہے۔ اور زبان بری چیز ہے اس لیے کہ اس سے کفر کا کلمہ نکلتا ہے، شرکیہ الفاظ بولے جاتے ہیں، گالی دی جاتی ہے، لعنت کی جاتی ہے، چغلی کی جاتی ہے، پیٹھ پیچھے برائی (غیبت) کی جاتی ہے، جھوٹ بولا جاتا ہے، جھوٹی قسم کھائی جاتی ہے۔

نبی پاکؐ کا ارشاد ہے کہ ”بندہ کبھی اللہ کی رضامندی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے کہ جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بہت درجات بلند فرما دیتے ہیں اور بندہ کبھی اللہ کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے کہ اس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں چلا جاتا ہے۔“ (بخاری، باب حفظ اللسان: 6478)

بعض مرتبہ ایک بات دیکھنے میں بڑی چھوٹی سی ہوتی ہے لیکن اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے، اسی طرح دیکھنے میں ذرا سی بات ہوتی ہے لیکن اللہ جل شانہ کے یہاں وہ بڑا گناہ ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔

پیارے بچو! زبان کی حفاظت کیجئے۔ اچھی بات کہنے سے اللہ کی رضا اور جنت حاصل ہوتی ہے اور بری بات جہنم کے گڑھے تک پہنچا دیتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا کہ ”پہلے تولو پھر بولو۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ابو جان گھر کے اندر داخل ہوئے تو عکاشہ کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا۔ ابو نے اپنے دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے چھپائے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ ابو جی اُس کے لیے وہ تحفہ لائے تھے جس کے لیے پچھلے ایک ماہ سے عکاشہ اصرار کر رہا تھا۔

''ابو جی.....'' عکاشہ شوخی سے بولا۔

''یہ لو بیٹا.....'' ابو بھی مسرت سے بولے اور پھر انہوں نے اُن دونوں کو صحن کے فرش پر چھوڑ دیا۔ وہ دونوں دیکھنے میں ہی بہت خوب صورت نظر آرہے تھے۔ ان دونوں کی دموں کے پَر اوپر کی طرف اُٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر پَروں کا تاج تھا۔ وہ دونوں سینہ تان کر اور مٹک مٹک کر چل رہے تھے۔ سفید اور براؤن رنگ کے یہ کبوتر پہلی نظر میں ہی عکاشہ کو بہت پسند آئے تھے۔ پھر اچانک عکاشہ کو ایک خیال آیا۔ وہ چیخ کر بولا۔

''ابو جان..... یہ اُڑ جائیں گے.....''

''فکر مت کرو..... نہیں اُڑیں گے..... میں نے ان کے پَر کاٹ دیئے ہیں۔ اب یہ چل سکتے ہیں، اُڑ نہیں سکتے.....'' ابو کی بات سن کر عکاشہ نے سکون بھرا سانس لیا۔ عکاشہ کے ساتھ ایک اور لڑکا بھی موجود تھا۔ اُس کا نام پرکاش تھا۔ وہ عکاشہ کا پڑوسی بھی تھا اور دوست بھی تھا۔ عکاشہ نے پرکاش کو پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ آج اُس کے ابو اُس کے لیے تحفہ لے کر آئیں گے۔ وہ تحفہ دیکھنے کے لیے آیا تھا۔ اب وہ بھی حیرت اور خوشی سے ان کبوتروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ''آجاؤ پرکاش..... گل اور کومل کے ساتھ کھیلتے ہیں.....'' عکاشہ نے خود ہی ان دونوں کبوتروں کے نام بھی دے دیئے تھے۔ پھر اُن دونوں نے ایک، ایک کبوتر پکڑ لیا اور پیار سے انہیں سہلانے لگے۔ پرکاش کے ابو فوجی نہیں تھے مگر فوج میں ہی دفتری کام سنبھالتے تھے۔ اب وہ اپنے بچوں اور بیوی کے ہمراہ مقبوضہ وادی میں آباد ہو چکے تھے۔

مقبوضہ وادی میں امن کے حوالے سے حالات اکثر خراب رہتے تھے۔ اب آزادی کے متوالے اپنے سر پر کفن باندھ کر نکلتے تھے اور قابض فوج اس احتجاج کو کچلنے کے لیے جدید اسلحہ سے لیس میدان میں اُتر آتی تھی۔ پھر خاک اور خون کا کھیل شروع ہوتا تھا۔ وادی کی معطر فضا دھواں، دھواں ہو جاتی تھی۔ کتنے ہی زخمی ہوتے تھے۔ کتنے ہی شہید ہوتے تھے اور کتنے ہی قیدی بنا لیے جاتے تھے۔ بہت سے قیدی ایسے تھے جو کبھی لوٹ کر واپس نہیں آتے تھے۔

اِن حالات میں عکاشہ کے ابو امن کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ ہر قسم کے احتجاج اور آزادی کے حق میں نکالی جانے والی ریلیوں سے دُور رہتے تھے۔ جس طرح مرغی اپنے بچے سنبھالتی ہے، اسی طرح وہ اپنے خاندان کو سنبھالنے میں لگے ہوئے تھے۔ اس شام بھی چند حریت پسند ابو کے پاس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آئے تھے۔ وہ ابو کو آزادی مارچ میں شامل ہونے کی دعوت دے رہے تھے مگر ابو نے صاف انکار کر دیا۔ عکاشہ کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ مہمانوں کے جانے کے بعد عکاشہ بولا۔

''ابو جان..... آزادی تو اچھی ہوتی ہے ناں.....''

''اچھی ہوتی ہے بیٹا..... مگر یہ ہماری مشکل نہیں ہے۔ حکومتوں کے کام ہیں..... حکومتیں جانیں..... ہمیں کیا ضرورت ہے مصیبت مول لینے کی۔''

''مشکل تو ہے ابو جی..... پہلے مجھے بھی اس بات کا احساس نہیں تھا مگر اب گل اور کومل کو دیکھ کر محسوس کر رہا ہوں۔''

''کیا مطلب ہے.....؟'' ابو حیرت سے بولے۔

''گل اور کومل کی طرف دیکھیں.....'' ابو نے دیکھا۔ دونوں کبوتر صحن میں کھڑے تھے۔ اُن کے پاس ہی دانہ بکھرا ہوا تھا۔ پاس ہی پانی والا برتن موجود تھا مگر شاید انہیں بھی احساس تھا کہ وہ اُڑ نہیں پائیں گے۔ اس کے باوجود گل نے ہمت کی۔ اس نے پوری قوت سے اپنے پَر پھڑپھڑائے۔ وہ فضا میں بلند ہوا مگر پھر پَر نہ ہونے کی وجہ سے وہ نیچے گر پڑا۔

''دیکھا ابو جی..... میں گل اور کومل کا پورا خیال رکھتا ہوں مگر اس کے باوجود بھی آزادی چاہتے ہیں.....''

''چپ کرو..... ایسی باتیں مت سوچا کرو.....'' ابو نے عکاشہ کو ڈانٹ دیا مگر یہ عکاشہ کے سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔

اگلے دن چھٹی تھی اور آج آزادی مارچ بھی تھا۔ گھر میں راشن ختم ہو رہا تھا۔ ابو راشن لینے نکلے تو امی بولی۔

''آج رہنے دیں، میں گزارا کر لوں گی، کل لے آیئے گا۔''

''کچھ نہیں ہوتا..... میں راستہ بدل لوں گا..... ابھی آدھے گھنٹے میں لوٹ آؤں گا.....''

ابو گھر سے نکلے۔ مقبوضہ وادی میں رہنے والے بہت سے افراد ٹکڑیوں کی شکل میں آزادی مارچ میں شامل ہونے کے لیے جا رہے تھے۔ ابو کے چند دوستوں نے انہیں ساتھ چلنے کے لیے کہا مگر انہوں نے بہانہ بنا دیا۔

''آپ چلیں..... میں آتا ہوں.....'' ابو کے ایک دوست نے اپنے گھر پر ہی سپر سٹور جیسی دُکان بنا رکھی تھی۔ ابو نے وہاں سے راشن خریدا۔ ان کے پاس کپڑے کا ایک تھیلا تھا۔ انہوں نے اس راشن کو تھیلے میں محفوظ کر لیا اور پھر وہ اپنے گھر کی طرف چل پڑے مگر تب تک ہنگامہ ہو چکا تھا۔ قابض فوج نے آزادی مارچ پر حملہ کر دیا تھا۔ ابو کو بہت سے افراد بھاگتے دوڑتے نظر آئے جن کا تعاقب ہندو فوجی کر رہے تھے۔ اچانک فوجیوں نے ابو پر حملہ کر دیا۔ ڈنڈے کی ایک ضرب سے کپڑے کا تھیلا پھٹ گیا۔ چاول، چینی اور دالیں راستے پر بکھر گئیں۔ ایک امن پسند غلام دہشت گرد قرار پایا تھا۔ فوجی ابو کو ایک گاڑی میں بٹھا کر لے گئے تھے۔

اُس شام مقبوضہ وادی کے ہر گھر میں سوگ کی کیفیت تھی مگر کسی کا بھی حوصلہ پست نہیں تھا۔ اب تو یہ اُن کے لیے آنکھ مچولی کا کھیل بن چکا تھا۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا اور وہ یہ کھیل دل و جان سے کھیل رہے تھے۔

رات ہوئی تو پرکاش کے ابو عکاشہ کے ابو کو سہارا دیئے گھر میں داخل ہوئے۔ پرکاش کے ابو کی سفارش پر ظالم ہندو فوجیوں نے عکاشہ کے ابو کو رہا کر دیا تھا مگر اُن ظالموں نے ابو پر تشدد کیا تھا۔ ابو سے تو چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ گھر کے تمام افراد نے پرکاش کے ابو کا شکریہ ادا کیا اور پھر ابو کو چارپائی پر لٹا دیا۔ سوجن کی وجہ سے ابو کی ایک آنکھ بھی بند تھی۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر امی رو پڑی۔

''ظالموں کو اس بات کی بھی شناخت نہیں ہے کہ کون جانب دار ہے اور کون غیر جانب دار.....'' امی نے شکوہ کیا۔

''ابو جی..... اب تو مان لیجیے کہ یہ ہماری مشکل ہے.....'' عکاشہ سسک کر بولا۔

''ہاں بیٹا..... تم سچ کہتے ہو..... یہ ہم سب کی مشکل ہے۔ اب میں بھی آزادی کے لیے کوشش کروں گا.....'' ابو جی نے تصویر کا دوسرا رُخ دیکھ لیا تھا۔

''ابو جی! میں، گل اور کومل کو بھی آزاد کرنا چاہتا ہوں مگر آپ نے اُن کے پَر کاٹ دیئے ہیں۔ میں انہیں کیسے آزاد کروں.....''

''اُن کے کٹے پَر بازو کی جڑ سے کھینچ لو۔ انہیں تکلیف تو ہو گی مگر اگلے ایک ماہ میں اُن کے نئے پَر نکل آئیں گے اور پھر وہ آزاد ہو جائیں گے.....'' ابو کی اس بات میں موجود ایک نکتہ عکاشہ نے فوراً پکڑ لیا۔

''اس کا مطلب ہے ابو جی کہ آزادی سے پہلے تکلیف آتی ہے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

''ہاں بیٹا.....'' ابو بولے۔

''اور اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ہم تکالیف سہہ رہے ہیں تو ہماری آزادی بھی قریب ہے.....'' عکاشہ جوش سے بولا۔

''ہاں بیٹا.....'' عکاشہ کی باتیں سن کر ابو کو راحت ملی تھی۔ اللہ نے انہیں ایک ہونہار بیٹے سے نوازا تھا۔

عکاشہ اس وقت گل اور کومل کے پاس گیا۔ ''تم دونوں کو تھوڑی تکلیف ہو گی مگر آزاد ہونے کے لیے تکلیف برداشت کرنا ہو گی۔'' اب عکاشہ نے ایک ایک کر کے اپنے دانتوں کی مدد سے اُن کے کٹے پَر کھینچ لیے۔ تکلیف کی شدّت سے وہ تڑپے تھے۔ اُن کے بازو بھی ڈھلک گئے تھے مگر اُن کی آزادی کے لیے یہ ضروری تھا۔ اب عکاشہ پہلے سے زیادہ اُن کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ وقت پر دانہ پانی، گرم میوہ جات سے اُن کی خدمت..... یہ سب ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ وقت گزر رہا تھا۔ عکاشہ دیکھ رہا تھا۔ اُن دونوں کے بازوؤں میں سے نئے پَر نکل رہے تھے۔ ایک ماہ سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ عکاشہ کے لیے حیرت والی بات یہ تھی کہ پَر ہونے کے باوجود گل اور کومل اُڑتے نہیں تھے۔ اب اُس نے ابو سے پوچھا۔ ابو مسکرائے اور بولے۔

''بیٹا پَر کٹ جانے کے بعد یہ اپنا اعتماد کھو چکے ہیں۔ اب پَر ہونے کے باوجود ان میں اُڑنے کا اعتماد نہیں ہے.....''

''وہ اعتماد کیسے آئے گا ابو.....''

''آسان ہے..... انہیں اُٹھا کر ہوا میں اُچھال دو۔ گرنے کے خوف سے یہ اُڑنے کی کوشش کریں گے اور یوں اعتماد واپس لوٹ آئے گا.....''

''تو پھر آپ میری مدد کریں.....''

اچھی بات ہے.....'' ابو رضامند ہو گئے۔ پہلے انہوں نے گل کو پکڑا۔ اُسے الوداعی پیار کیا اور پھر پوری قوت سے ہوا میں اُچھال دیا۔ گل تیر کی طرح اوپر گیا اور پھر اپنے پَروں کی مدد سے اُڑنے لگا۔ ابو نے کومل کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا تھا۔ اب گل اور کومل عکاشہ کے مکان کے اوپر اُڑ رہے تھے۔ اُن کی خوشی کا عالم عکاشہ محسوس کر سکتا تھا۔ وہ دونوں گول دائرے کی شکل میں پرواز کر رہے تھے۔ کومل تو اُڑتے ہوئے قلابازیاں بھی کھا رہی تھی۔ آزاد پرندے، آزاد فضا میں اُڑتے ہوئے بہت پیارے لگ رہے تھے۔ انہیں اُڑتا دیکھ کر پرکاش بھی عکاشہ کے گھر چلا گیا۔ اُسے دیکھ کر عکاشہ بولا۔

''میں نے اچھا کیا ناں.....'' عکاشہ کی آواز میں جوش تھا۔

نہیں..... اچھا نہیں کیا..... اتنی ضد کرنے کے بعد تم نے انہیں حاصل کیا۔ وہ اس آنگن کی رونق تھے۔ اب ہم کس کے ساتھ کھیلیں گے۔ یہ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے.....'' پرکاش بچہ تھا مگر اس نے ہندو ذہنیت کی عکاسی کی تھی۔

پھر سب نے عجیب منظر دیکھا۔ پرواز کرتے ہوئے گل اور کومل نے جھکائی کھائی اور پھر وہ عکاشہ کے گھر کی منڈ پر آ بیٹھے۔ پھر پھڑ پھڑاتے ہوئے وہ صحن میں اُتر آئے۔ اب گل خوشی سے غٹرغوں..... غٹرغوں کر رہا تھا۔

''دیکھا تم نے..... دیکھا تم نے.....'' عکاشہ چلّا کر بولا۔

''اگر سلوک اچھا ہو تو آزاد پرندے بھی اپنا گھر چھوڑ کر نہیں جاتے۔ جہاں ظلم ہو، وہاں آزادی کی تمنا ہوتی ہے.....'' پرکاش سر جھکائے عکاشہ کے گھر میں سے باہر نکل گیا۔ لاجواب کے پاس کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پچھتاوا

اُم عادل

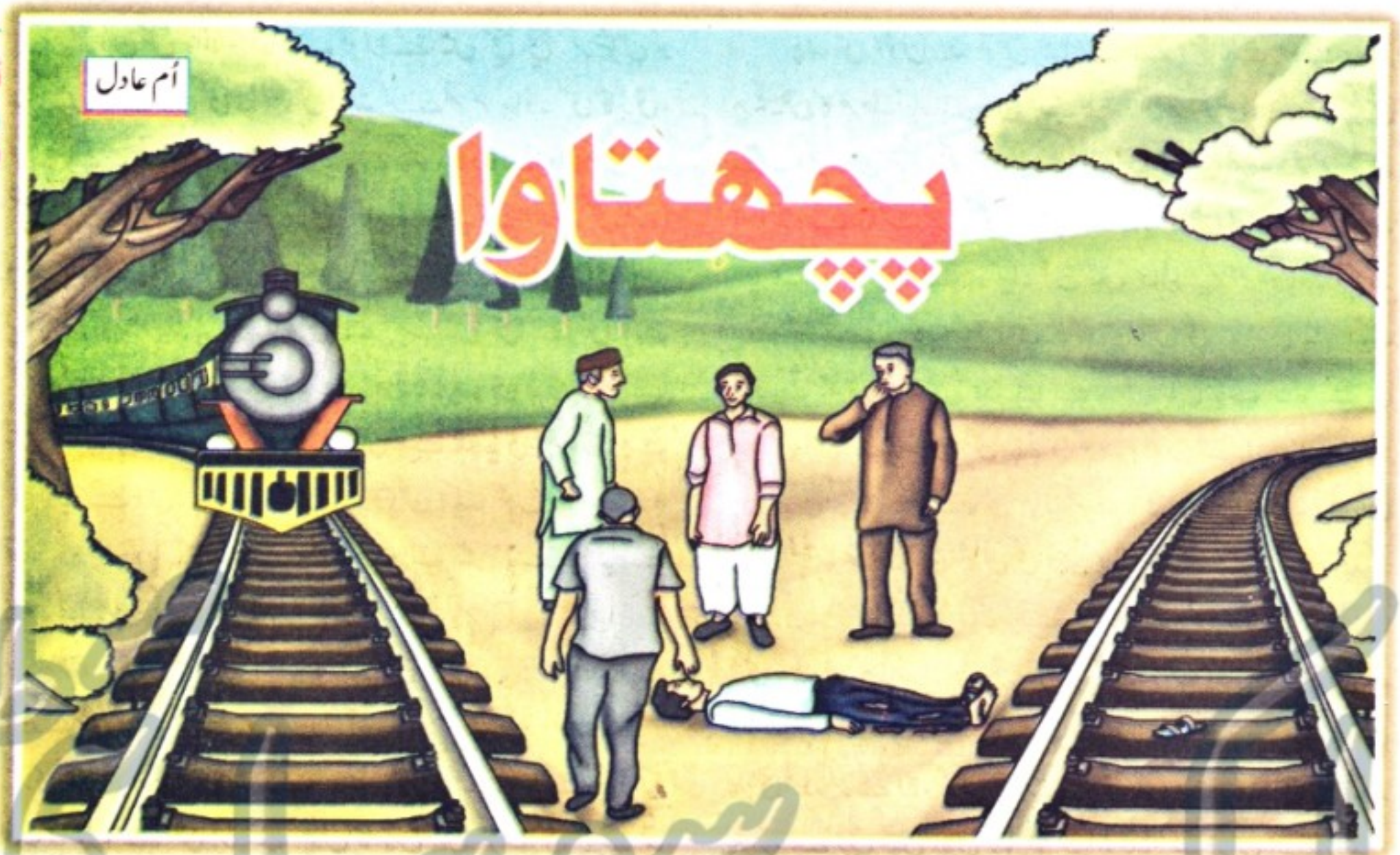

نادیہ بڑے خوش گوار موڈ میں اپنی گاڑی سے اُتر کر تیزی سے اسکول گیٹ کی طرف بڑھی۔ وہ جلد از جلد اپنے ساتھی بچوں کو اپنے نئے اور قیمتی شوز دکھا کر اُن کی قیمت بتانا چاہتی تھی۔ پھر کیسے سب اُسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھیں گے..... بہت مزا آئے گا۔ یہ نادیہ کی فطرت تھی، اُس کا تعلق ایک دولت مند گھرانے سے تھا مگر وہ ایک متوسط درجے کے اسکول میں زیرِ تعلیم تھی۔ اُس کی وجہ اُس کی ماں کی ضد تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو کہیں دُور نہیں بھیجنا چاہتی تھی۔ نادیہ کے اسکول میں بڑی تعداد متوسط طبقے کے اُن بچوں کی تھی جن کے گھروں میں کئی بچے ہوتے ہیں اور کمانے والا تنہا۔ جہاں باپ کو سب کی ضروریات اور فرمائشیں پورا کرنا ہوتی ہیں، وہاں ہر بچے کو اپنی ضرورت و فرمائش کے لیے کافی انتظار کرنا پڑتا ہے۔ نادیہ کا معاملہ ذرا مختلف تھا۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی، نک چڑھی اور مغرور بچی تھی۔ اُس کے والد کی فیکٹری تھی۔ گھر میں افراد کم اور روپے کی افراط کی وجہ سے خوش حالی تھی۔

مگر یہ کیا؟ وہ جیسے ہی اسکول کے گیٹ میں داخل ہوئی ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یہ بھی نہیں کہ اسکول کی چھٹی تھی۔ اُسے اپنے سامنے اسکول کے سب بچے اور ٹیچرز نظر آرہے تھے مگر سب خاموش اور افسردہ تھے۔ نادیہ سوچ میں پڑ گئی کہ آخر کیا بات ہوئی جو اتنی خاموشی ہے۔ نادیہ آگے بڑھی۔ اُسے اپنی دوست شہلا کی تلاش تھی۔ اپنی مغرور طبیعت کی وجہ سے نادیہ گزشتہ چار برسوں میں صرف ایک ہی دوست بنا پائی تھی۔ اس کی دوست شہلا کہیں نظر نہ آئی تو اس نے بادل نخواستہ ایک دوسری ہم جماعت سے پوچھا۔ ''سب اتنے افسردہ کیوں ہیں؟'' ''کل اسکول سے گھر واپس جاتے ہوئے شمائل ٹرین کے نیچے آکر اپنی دونوں ٹانگیں گنوا بیٹھا ہے۔'' لڑکی نے روتے ہوئے بتایا۔ یہ خبر سن کر نادیہ کو لگا جیسے اس کے قریب بم دھماکہ ہوا ہے۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ اسکول کے میدان کے ایک کونے میں افسردہ کھڑی تھی کہ کسی نے کہا۔ ''نادیہ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا۔ تمہاری وجہ سے ہوا.....'' اس نے آواز کی سمت جاننے کے لیے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ اس کے اردگرد اب کوئی نہ تھا۔ وہ میدان کے ایک طرف تنہا کھڑی تھی مگر آواز مسلسل آرہی تھی۔ ''نادیہ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا۔'' ''مگر کیسے؟'' نادیہ نے صدمے سے بھری نحیف آواز میں پوچھا۔ ''یاد

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کرو کچھ دن قبل والا واقعہ جب تم راستے میں چیخ چیخ کر شائل کو بدعائیں دے رہی تھی۔ ''شائل! اللہ کرے تم مر جاؤ۔ کسی گاڑی، ٹرک کے نیچے آجاؤ۔'' نادیہ کو یہ سب کچھ یاد دلانے والا کوئی اور نہیں اس کا اپنا ضمیر تھا۔ ضمیر کی آواز پر نادیہ کو چند روز قبل گزرا واقعہ یاد آنے لگا۔ ان کی جماعت لڑکے لڑکیوں کو ملا کر 50 طلبہ پر مشتمل تھی مگر نادیہ اپنی امیری کے گھمنڈ میں کسی سے بھی بات نہیں کرتی تھی۔ کلاس میں نادیہ کی صرف ایک ہی لڑکی شہلا سے بس واجبی سی دوستی تھی۔ جماعت میں سب نادیہ کی مغرور طبیعت کی وجہ سے اس سے دُور رہتے مگر شائل ایک شوخ طبیعت لڑکا تھا۔ وہ ضرور اسے مخاطب کرتا مگر جواب میں اسے نادیہ سے ہمیشہ بُرا بھلا ہی سننے کو ملتا۔

سردی کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ اسی روز نادیہ بڑا مہنگا، خوب صورت اور اسٹائلش سوئیٹر پہن کر آئی تھی۔ چھٹی کے وقت نادیہ کو گرمی محسوس ہوئی، اس نے اپنا سوئیٹر اتار کر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ اسکول سے نکل کر سب بچوں کا رُخ مین سڑک کی طرف تھا جہاں سے نادیہ اور کئی دوسرے بچوں نے سڑک پار کر کے سامنے والی آبادی میں اپنے گھروں کو جانا تھا جب کہ شائل نے سڑک کی اس جانب سے ملنے والی بس پر سوار ہونا تھا۔ اچانک ہی شائل کی رگ شرارت پھڑکی۔ چلتے چلتے اس نے نادیہ کے کندھے سے سوئیٹر اچک لیا۔ نادیہ نے چیخ کر شائل کو کہا۔

''دیکھو! میرا سوئیٹر شرافت سے واپس کر دو ورنہ۔''

''ورنہ، ورنہ کیا.....؟'' شائل کو نادیہ کو تنگ کر کے مزا آتا تھا۔ وہ اکثر کہتا تھا جب نادیہ غصہ کرتی ہے تو اس کی شکل ہی بدل جاتی ہے۔

اب شائل نے شرارت سے نادیہ کا سوئیٹر ہوا میں اُچھالنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے شائل سوئیٹر اُچھال رہا تھا، نادیہ کی چیخ پکار بڑھتی جا رہی تھی۔ اب نادیہ کا غصہ عروج پر پہنچ چکا تھا۔ نادیہ نے غصہ میں شائل کو بدعائیں دینی شروع کر دیں۔

''اللہ کرے شائل تم مر جاؤ۔ کسی گاڑی یا ٹرک کے نیچے آجاؤ۔''

اسی اثنا میں مین سڑک آگئی اور اتفاق سے سامنے ہی شائل کی مطلوبہ بس بھی آگئی۔ اس نے نادیہ کا سوئیٹر اس کی طرف اُچھالا اور خود دوڑ کر بس میں چڑھ گیا۔ نادیہ نے اپنا سوئیٹر تھام لیا مگر وہ اب بھی اسے بدعائیں دیتی سڑک پار کر گئی۔

چند ہی دنوں بعد نویں جماعت کے امتحانات ہوئے، پھر پریکٹیکل کا مرحلہ آیا۔ اس دن سب کا آخری پریکٹیکل تھا۔ سب خوش تھے۔ اس دن شائل کو شوز کی بجائے چپل پہن کر آنے پر سب اساتذہ سے ڈانٹ پڑی تھی۔ اس نے بتایا کہ کل گھر جاتے ہوئے اچانک شوز کا تلوا الگ ہو گیا۔ آج میں بھائی کے ہمراہ بازار جا کر نئے شوز خریدوں گا۔ شائل کے والدین اس کی کم عمری میں ایک حادثے میں جاں بحق ہو چکے تھے۔ دن ماں باپ کے بچے کی پرورش اس کے بھیا بھابھی نے کی تھی۔ دونوں نے اسے اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے کہ شائل ہمارا سب سے بڑا بیٹا ہے۔ کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ آج شائل کی چپل اسے ہمیشہ کے لیے معذور کر دے گی۔ شائل کے گھر کے راستے پر ایک لوکل ٹرین کی پٹڑی گزرتی تھی۔ اُسے روزانہ اسکول آتے جاتے عبور کرنا پڑتا تھا۔ بس سے اُتر کر وہ اپنے خیالوں میں مست چل رہا تھا۔ جیسے ہی وہ ریل کی پٹڑی عبور کرنے لگا، شائل کی چپل پٹڑی میں پھنس گئی۔ وہ جھک کر پٹڑی سے اپنی چپل نکال رہا تھا کہ آناً فاناً ایک ٹرین اسے روندتی ہوئی گزر گئی۔ اس کی دونوں ٹانگیں بری طرح مجروح ہو چکی تھیں۔ آس پاس کے لوگوں نے شائل کو فوری طور پر اسپتال لے گئے جہاں اس کی جان تو بچ گئی مگر اس کی ٹوٹی ہوئی ٹانگیں اس کے جسم سے جدا کرنی پڑیں۔ شائل کے اس طرح معذور ہو جانے پر اس سے متعلقہ ہر شخص افسردہ اور غم سے نڈھال تھا۔ اب ایک بھاگ بھاگ کر کام کرنے والا بچہ ہمیشہ کے لیے معذور ہو چکا تھا۔ جو بچے نادیہ کے بدعائیں دینے والے واقعے سے آگاہ تھے، وہ دبے دبے لفظوں میں اسے ملامت کر رہے تھے۔

اگلے دن اسکول کے پرنسپل صاحب نے شائل کی جلد صحت یابی کی دعا کے بعد بڑے مغموم الفاظ میں بچوں کو یہ بات بھی سمجھائی کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے دن و رات میں قبولیت کی کچھ مخصوص ساعتیں مقرر کر رکھی ہیں۔ پس اس لیے کسی کے لیے بھی منہ سے بددعائیں نہیں نکالنی چاہئیں۔ اگر منہ سے نکلی ہوئی بددعا پوری ہو جائے تو زندگی بھر کا پچھتاوا رہ جاتا ہے۔ اس واقعے نے نادیہ کو اتنا متاثر کیا کہ اس کی شخصیت ہی بدل گئی، اس نے رو رو کر شائل سے معافی مانگی۔ اب نادیہ ہر کسی سے عاجزی و خلوص سے ملتی ہے، کبھی بھولے سے بھی کسی کو بددعا نہیں دیتی۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پیارے اللہ کے پیارے نام

راشد علی نواب شاہی

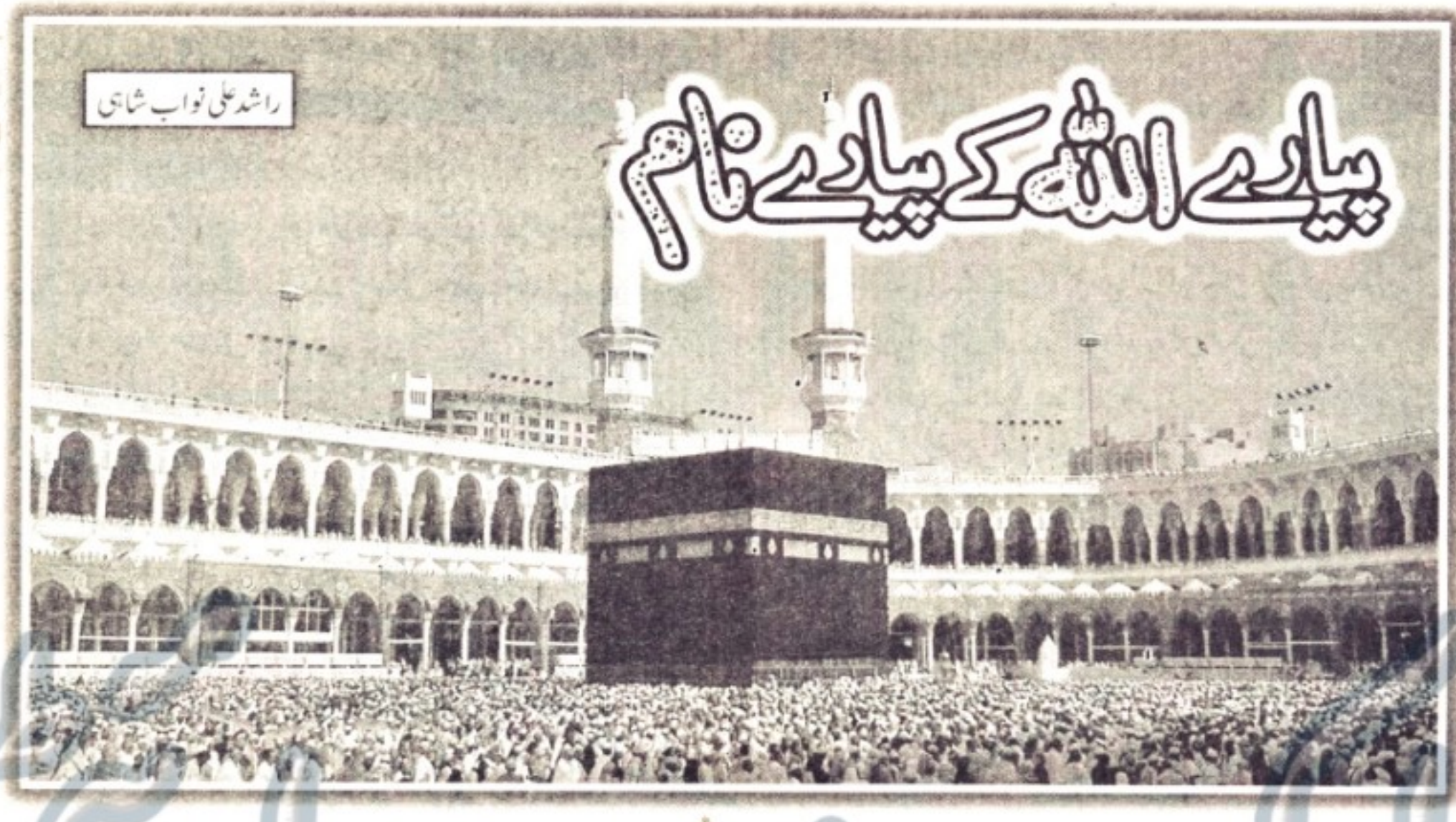

اَلْحَفِیْظُ جَلَّ جَلَالُہٗ (سب کی حفاظت کرنے والا)

اَلْحَفِیْظُ جَلَّ جَلَالُہٗ وہ ہے جو تمام دُنیاوی کاموں میں اپنے بندوں کو ہلاکت سے بچاتا ہے۔ قرآن کریم میں مبارک نام تین مرتبہ آیا ہے۔

''اس کی حفاظت کا انتظام زمین و آسمان کے ذرّے ذرّے اور پتے پتے پر ہے۔''

حفاظتی انتظام

''اَلْحَفِیْظُ جَلَّ جَلَالُہٗ'' نے ہر ایک چیز کا انتظام بھی اسی اعتبار سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض جانوروں کو سینگ دیئے تاکہ وہ اپنی حفاظت کرسکیں۔ پرندوں کو پَر دیئے تاکہ پَروں سے اُڑ کر وہ اپنی حفاظت کرسکیں اور کچھ کو پنجے دیئے تاکہ وہ اپنے بڑے بڑے نوکیلے پنجوں سے اپنی حفاظت کرسکیں اور بعض جڑی بوٹیوں پر کانٹے لگا دیئے تاکہ جان دار انہیں نہ کھا سکیں۔ یہ کانٹے ان کے لیے سینگ ہیں۔ بادام اور اخروٹ کی حفاظت ان کے چھلکوں کے ذریعے کی۔

ایک چھوٹا سا بیج زمیں میں بویا گیا تو اس سخت زمین میں اس بیج کی حفاظت کی۔ اسے خراب ہونے سے بچایا، پھر سورج اور چاند کی روشنی سے اس کی پرورش کی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ پودا ایک درخت بن گیا۔ اس پر پھل لگے اور پھر وہ پھل انسانوں نے کھائے جو انسان کی صحت کے لیے مفید ہیں۔

محفوظ گھر

فرعون ایک بہت ظالم بادشاہ تھا۔ اس کے ایک نجومی نے ایک دن اسے بتایا: ''تیرے ملک میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر تیری بادشاہت ختم کر دے گا۔'' یہ سننا تھا کہ فرعون نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جو بچہ بھی پیدا ہو، اسے ذبح کر دیا جائے۔

ہزاروں بچے اس ظالم بادشاہ نے ذبح کرا دیئے۔ فرعون اپنے آپ کو رب کہتا تھا: ''سب سے بڑا رب میں ہوں۔'' لیکن اللہ تعالیٰ اس بچے کی حفاظت کرنا چاہتے تھے اور اسی بچے سے اس کی حکومت ختم کروانا چاہتے تھے۔ جب یہ بچہ پیدا ہو گیا تو اس کی والدہ ہر وقت ڈرتی تھیں کہ میرے اتنے خوب صورت بچے کو فرعون ذبح نہ کروا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کے ذہن میں یہ خیال ڈالا کہ بچے کو صندوق میں ڈال کر دریائے نیل کے حوالے کر دیں۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کو واپس ان کے پاس لوٹا دیں گے۔ اس ''اَلْحَفِیْظُ جَلَّ جَلَالُہٗ'' نے صندوق میں اس بچے کی حفاظت فرمائی، ورنہ صندوق میں اس بچے کو دودھ کون پلاتا؟ یہ سانس کیسے لیتا؟ دریا کی بڑی بڑی پہاڑ جیسی مچھلیوں کی حفاظت کیسے ہوتی؟

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

لیکن ماں نے اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسا کیا۔ وہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اب یہ صندوق اس بچے کا محفوظ گھر تھا۔

ایک دن فرعون اور اس کی ملکہ دریائے نیل کے کنارے تفریح کے لیے گئے تو دُور سے ملکہ نے ایک صندوق دیکھا۔ ملکہ نے وہ صندوق منگوایا تو دیکھا کہ صندوق میں ایک حسین وجمیل بچہ مسکرا رہا ہے۔

ایک نوکر نے فرعون سے کہا کہ یہ وہی بچہ نہ ہو، اس لیے اسے قتل کر دیا جائے مگر ملکہ کے دل میں اس کی محبت بیٹھ گئی تھی۔ ملکہ نے اسے پیار کیا اور فرعون سے کہا:

''اسے قتل نہ کرو، یہ تو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

فرعون نے اپنی ملکہ کی بات مان لی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے دشمن کے گھر میں ہی اس بچے کی پرورش کروائی۔

فرعون اور اس کی پولیس اس بچے کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ ملکہ چوں کہ اس بچے سے پیار کرتی تھی، اس لیے محل کی دوسری خادمائیں اور رانیاں بھی اس سے پیار کرنے لگیں۔ جب اس بچے کو محل میں لایا گیا تو یہ بچہ کسی کا بھی دودھ نہ پیتا تھا۔ ملکہ پریشان ہوگئی۔ اس بچے کی بہن اپنے بھائی کے بارے میں معلوم کرنے گئی تو عورتوں کو یہ باتیں کرتا سنا کہ ملکہ کو ایک ایسی عورت کی ضرورت ہے جو اس بچے کو دودھ پلائے۔ اس کی بہن فرعون کے محل گئی اور کہا:

''میں ایسی عورت کو جانتی ہوں۔'' چناں چہ بچے کی ماں کو بلوایا گیا۔ جب بچے کی ماں نے اُسے اٹھایا تو وہ اُن سے چمٹ گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی فرعون کی بادشاہت ختم ہونے کا ذریعہ بنے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تو انہوں نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ فرعون مقابلے میں آگیا اور پورے لشکر اور فوج کے ساتھ ان کے پیچھے ہولیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے آگے دریائے نیل تھا اور تعاقب میں فرعون اور اس کا لشکر۔ اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کے کنارے پہنچنے کے بعد حکم فرمایا: ''اپنا عصا پانی پر ماریں۔'' عصا مارنے سے دریا میں بارہ راستے بن گئے۔ راستے ایسے تھے کہ مٹی بھی گیلی تک نہیں تھی، بلکہ پکی سڑک کی طرح تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ و السلام اپنے ساتھیوں سمیت خیریت سے گزر گئے۔

فرعون کے سپاہیوں نے کہا:

''اے بادشاہ! یہ راستے تو آپ کے لیے بنے ہیں اس لیے چلیے، ان کا پیچھا کر کے ان کو ختم کر دیں۔'' فرعون تکبر میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ دریا میں داخل ہوگیا۔ جیسے ہی فرعون اور اس کا لشکر بیچ دریا پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ وہ آپس میں مل جائے۔ اس طرح فرعون اور اس کا سارا لشکر دریا میں غرق ہوگیا اور فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے دریا سے باہر نکال دیا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کا مفہوم ہے: ''ہم نے فرعون کی لاش کو باہر پھینک دیا تاکہ قیامت تک اس کی لاش دُنیا والوں کے لیے عبرت بنی رہے۔''

چناں چہ آج بھی فرعون کی لاش مصر کے عجائب گھر میں عقل والوں کے لیے عبرت کا نشان ہے۔

صبح وشام

ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جو شخص صبح اور شام تین تین مرتبہ یہ کلمات پڑھ لے اسے کوئی موذی اور زہریلا جانور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

''اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ''

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے سارے نفع دینے والے، شفا دینے والے کلمات کے ذریعے اس کی تمام مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

یاد رکھنے کی باتیں

☆ حفاظت کرنے والی ذات صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ جب ہم اس کی حفاظت میں آجائیں گے تو ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

☆ ہم ایسی دعائیں مانگا کریں جن سے ہماری حفاظت ہوتی ہے۔ ان کے دعاؤں کے مانگنے میں صرف چند منٹ لگتے ہیں۔

☆ ہم اپنی نمازوں کی حفاظت کریں۔ نمازوں کی حفاظت کا مطلب ہے کہ اسے وقت پر باجماعت مسجد میں خاص طور سے فجر کی نماز مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھیں اور بچیاں گھروں میں ادا کرنے کا اہتمام کریں۔ حدیث شریف میں ہے: جو صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری (اور حفاظت) میں آجاتا ہے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

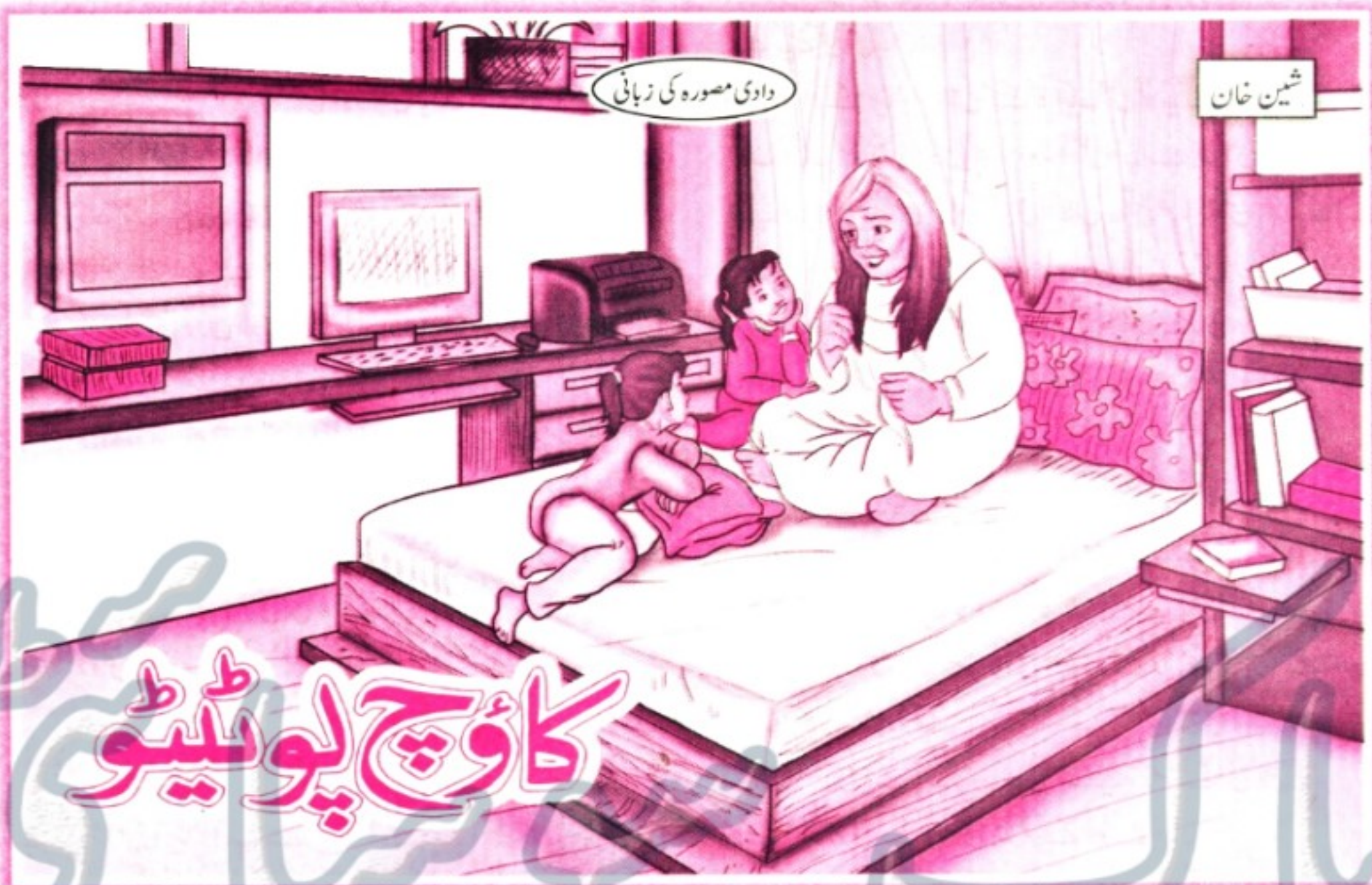

کاؤچ پوٹیٹو

یہ کہانی ہے ایک محبت کرنے والی دادی اور اُس کی دو پیاری پوتیوں کی، دادی محبت بانٹنے والی خاتون تھیں۔ کھانے پینے کی چیزیں یا امداد کم یا ختم ہو جاتی ہے لیکن محبت بانٹنے سے ذرا سی بھی کم نہیں ہوتی۔

ہر دادی کا کوئی نہ کوئی نام ہوتا ہے۔ دادی کا نام مصورہ تھا دادی مصورہ کی محبت بھی ایسی ہی تھی۔ دو پیاری پیاری پوتیوں میں سے سب سے بڑی کا نام شاعری اور چھوٹی کا نام روشنی تھا۔ یہ انوکھے اور خوب صورت نام بھی دادی مصورہ نے رکھے تھے۔ شاعری اور روشنی کے ماما اور بابا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔ شاعری اور روشنی اپنی خوش اخلاق اور خوش لباس دادی مصورہ کے ساتھ پھولوں اور سبزے سے لدے چھوٹے مگر خوب صورت گھر میں رہتی تھیں۔ اس گھر میں ان کا دل بہت لگتا تھا۔ گھر کے قریب ہی ہرے بھرے کھیت تھے جن کے پیچھے پختہ روشیں تھیں۔ یہ ماڈل کھیت تھے۔ ان روشوں پر سیر کرتے ہوئے شاعری اور روشنی کے جوتے مٹی سے نہیں بھرتے تھے۔ دادا سنجیدہ مزاج شخص تھے۔ وہ اپنے ملازمین کے ساتھ اکثر یہاں کام کرتے دکھائی دیتے۔ کھیتوں کے پار اسکول تھا جس پر لہراتا ہوا سبز ہلالی پرچم دُور سے نظر آتا تھا۔ شاعری اور روشنی اسی اسکول میں پڑھنے جاتی تھیں۔ انہیں کوئی اسکول چھوڑنے نہیں جاتا تھا۔ وہ دونوں ہنستی کھیلتی کھیتوں سے گزر کر اسکول پہنچ جاتیں۔ اسکول میں جوق در جوق بچیاں جاتی تھیں۔ چھٹی کے وقت اسکول کے گیٹ کے باہر دُور سے آنے والی بچیوں کو لینے والی گاڑیاں اور موٹر سائیکل موجود ہوتے تھے۔

دادی مصورہ تو گھر پر ہی کھانا تیار کرتی تھیں۔ باہر جا کر کھانے پینے کا رواج ہی نہ تھا لیکن دادی مصورہ اتنی مہارت سے اور بدل بدل کر کھانا بناتیں کہ شاعری اور روشنی کو کبھی کھانے سے اکتاہٹ نہ ہوئی۔ شاعری اور روشنی دادی کا بنا ہوا کھانا بہت شوق سے کھاتی تھیں۔

دادی مصورہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون تھیں وہ اسلام کا گہرا مطالعہ رکھتی تھیں۔ یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی، اصل کہانی اب شروع ہوتی ہے۔

شاعری اور روشنی کے پاس ایک موبائل تھا جو ان کے بابا ان

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کو دے گئے تھے تاکہ وہ اس پر ان سے بات کر سکیں۔ دونوں اسکول سے آکر موبائل اُٹھاتیں اور اس بات پر لڑتی جھگڑتی کہ پہلے میں نے اُٹھانا ہے۔ ان کا شور سن کر ایک دن دادی مصورہ ان کے کمرے میں چلی آئیں۔ شاعری کے ہاتھ میں موبائل تھا اور روشنی اس کو لینے کے لیے جھپٹ رہی تھی۔ دادی نے ڈانٹ کر کہا۔

''میں دیکھتی ہوں روزانہ اسکول سے آکر تم دونوں میں موبائل پر جھگڑا ہوتا ہے، مسئلہ کیا ہے بچو؟''

''دادی..... ہم شرط لگا کر آئے تھے جو پہلے پہنچے موبائل اس کا ہوگا۔ میں پہلے پہنچی ہوں، اب یہ مجھ سے موبائل کیوں چھین رہی ہے۔'' شاعری نے ٹھنک کر کہا۔ ''میں نے اپنی دوست کو ضروری میسج کرنا ہے۔ اس کی نوٹ بک میرے بیگ میں رہ گئی ہے۔'' روشنی چلائی۔

''بیٹھ جاؤ..... بیٹا! بیٹھ جاؤ..... موبائل یہاں میز پر رکھ دو۔ میں بھی یہاں بیٹھ جاتی ہوں..... روشنی آپ نے تو میسج کرنا ہے..... شاعری بیٹا! آپ نے کیا کرنا ہے؟''

''میں گیم کھیلوں گی..... کل ہمارا ٹیسٹ نہیں ہے۔ آج میرے پاس وقت ہے۔''

''دادی مصورہ..... گیم بہت لمبی ہوتی ہے۔ یہ گھنٹوں موبائل لے کر بیٹھی رہے گی۔'' روشنی چیخ پڑی۔

''مگر میں اپنے موبائل پر صرف کال یا میسج کرتی ہوں..... آج کل موبائل پر انٹرنیٹ کے ذریعے بہت سے Apps کھلتے ہیں۔ فیس بک، ٹویٹ، انسٹا، مگر یہ تو ٹائم برباد کرنے والی بات ہے۔''

''ہم ماما بابا سے اسکائپ پر بات بھی تو کرتے ہیں۔ اپنی پوسٹ، وڈیوز پکس بھیجتے ہیں..... ڈیئر دادی..... اس پر ہر طرح کی ریسرچ ہوتی ہے۔'' شاعری خود کو زیادہ سمجھ دار سمجھتی تھی کیوں کہ وہ روشنی سے ایک سال بڑی تھی۔

''جب اتنا کچھ ایک پرزہ کرے گا تو ہمارے پاس باقی زندگی کے لیے کیا وقت بچے گا؟ ہم تو اسی جادو کے کھلونے میں لگے رہیں گے، ٹیکنالوجی کے غلام بن جائیں گے۔'' دادی نے جواب دیا۔

''ہمم ہوم ورک کر تو لیتے ہیں۔ اسکول بھی جاتے ہیں اور ہم نے کیا کرنا ہے۔ آپ پلیز مجھے یہ اُٹھانے دیں۔''

روشنی کو نصیحت بالکل پسند نہیں تھی۔ الجھن اس کے چہرے سے ٹپکنے لگی تھی۔

''او کے بیٹا..... اس مسئلے کا ایک حل تو یہ ہے کہ تم دونوں کے الگ الگ موبائل ہوں..... دوسرا حل یہ ہے کہ اسی موبائل پر تم اپنے اپنے ٹائم فکس کر لو..... فی الحال روشنی تم اپنا میسج کر کے اسے یہیں رکھ دو۔ تم دونوں یونی فارم بدلو اور کھانے کی میز پر آجاؤ..... آج رات میں تمہیں موبائل کے متعلق ایک بچے کی دل چسپ کہانی سناؤں گی۔ اس کے بعد تم دونوں خود ہی فیصلہ کر لو گی کہ موبائل سے کتنا کام لینا چاہیے۔''

''آرہی ہیں ہم دادی جان۔'' دونوں بیک وقت بولیں۔

اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ رات کا کھانا، عشاء کی نماز اور نیند سے پہلے کا دودھ کا گلاس سب میں تقسیم ہو چکا تھا۔ شاعری اور روشنی کے بستر دادی مصورہ کے دائیں بائیں تھے، ان کا بیڈ روم کافی کشادہ تھا۔

''دادی اب آپ وہ کہانی سنایئے، ہم نے ٹی وی بند کر دیا ہے۔'' شاعری نے ٹی وی بند کرتے ہوئے کہا۔

''جی دادی..... پھر مجھے نیند آجائے گی۔'' روشنی نے کمبل اوڑھا۔

''چلو ٹھیک ہے، میں کہانی سناتی ہوں۔'' دادی نے لائٹ آف کر کے زیرو کا بلب آن کیا اور دونوں کے درمیان تکیے سے پشت ٹکا کر نیم دراز ہو گئیں۔

''اب تم دونوں آنکھیں بند کر لو..... تصور کرو..... کہانی بھی ایک زندگی ہوتی ہے۔ اس کو گہرا تصور کر کے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔ نو سالہ مون اپنے کمرے میں صوفے پر لیٹا ہے اور اس کے ہاتھ میں اس کا موبائل ہے۔ مون اپنے والدین کا اکلوتا بچہ ہے۔ ان دنوں اس کے ماما، بابا کسی ایمرجنسی کی وجہ سے گھر سے باہر ہیں اور مون کو پُرانی آیا کی دیکھ بھال میں چھوڑ گئے ہیں۔ مون کے تو عیش ہی ہو گئے ہیں۔ وہ آیا کی بات پر کان نہیں دھرتا اور من مانی کرتا ہے۔ آج اتوار تھا۔ صبح کے سات بجے تھے۔ مون رات سے موبائل پر گیم کھیل رہا تھا۔ آیا اندر داخل ہوئی۔ کھڑکی کے پردے کھینچے تو کمرہ دن کی روشنی سے منور ہو گیا.....'' دادی نے منظر کشی خوب کی۔

''منور ہونا کیا ہوتا ہے؟'' روشنی نے سوال کیا۔

''روشن ہو گیا۔ ہاں تو کھڑکی کا پردہ ہٹ چکا تھا۔ کھڑکی کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پارسبز بیلوں میں ایک چڑیا چہچہا رہی تھی۔ وہ بہت خوش نظر آتی تھی کیوں کہ چند دانوں کے ناشتہ سے اس کا پیٹ بھر جاتا تھا۔ وہ مطمئن اور خوش رہتی۔ دن شفاف تھا، ہوا خوش گوار تھی۔ باغیچے میں کچھ کلیاں کھل کر پھول بن گئی تھیں جن کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ فضا میں پرندے اٹکھلیاں کر رہے تھے۔ اتنی ساری نعمتیں مفت ملیں تو چڑیا کیوں نہ خوش ہوتی۔ یہ تو ہم انسان ایسے ناشکرے ہیں کہ ان چیزوں کو نعمت ہی نہیں سمجھتے۔ چاک و چوبند چڑیا درخت کی شاخوں میں اُچھل کود رہی تھی۔ وہ مون کو اپنی چہچہاہٹ سے باہر بلانا چاہتی تھی۔ باہر بچے کھیل رہے تھے لیکن مون کو اس کی چہچہاہٹ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس نے رات ایک نئی گیم ڈاؤن لوڈ کی تھی۔ یہ گیم بہت لمبی اور درجہ وار تھی۔ اس کے Steps ختم ہونے میں نہ آتے تھے۔ ابھی تو وہ Step فور میں تھا۔

''اس کے کل کتنے Steps تھے۔'' شاعری لچا کر بولی۔

''پتا نہیں، مون تو آٹھ ڈاؤن لوڈ کر پایا تھا۔ وہ اسے جیت کر اُٹھنا چاہتا تھا۔'' آیا نے اس کی بکھری ہوئی چیزیں سمیٹتے ہوئے کہا۔

''اب بس کر دو مائی ڈیئر سن، باہر نکلو..... کھیلو کودو..... جوس پیو گے؟''

مون نے اقرار میں سر ہلا دیا۔ آیا جوس کا گلاس لے کر آئی تو مون نے آلو کے چپس کا مطالبہ کر دیا۔ مون سوفٹ ڈرنکس، چپس، برگر، زنگر کا بہت شوقین تھا۔ آیا کا کام حکم بجا لانا تھا مون انکار نہیں کرتا تھا۔

اب دوپہر ہو چلی تھی۔ مون پہلو بدل بدل کر صوفے میں بیٹھے بیٹھے کئی گھنٹے گزار چکا تھا۔ کھانے پینے کے برتن آتے اور جاتے رہے، آیا سمجھاتی، بڑبڑاتی رہی۔ مون کے کان پر جوں تک نہ رینگی، جب اس کی آنکھیں بُری طرح تھک گئیں تو گردن کے پٹھے دکھنے لگے۔ لیپ ٹاپ اور موبائل کی بیٹری ڈاؤن ہو گئی تو ناچار دونوں کو چارجنگ پر لگا کر وہ صوفے پر ہی ٹانگیں پسار کر سو گیا۔ مون کی جب آنکھ کھلی تو نزدیکی گراؤنڈ سے کرکٹ کھیلنے والوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس کے دوست عمر اور نبیل اسے بلانے آئے تھے مگر سوتا پا کر واپس چلے گئے۔ مون نے سوچا، وہ ابھی جا کر ان کے ساتھ کھیل میں شامل ہو گا مگر جب اس کی نظر اپنے موبائل فون اور لیپ ٹاپ پر پڑی تو وہ فل چارج ہو چکے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھے۔ اس کا جی پھر للچا گیا۔ اس نے سوچا کہ وہ صرف اپ ڈیٹس چیک کرے گا، مگر جب ایک بار پھر وہ جادوئی اسکرین کی دُنیا میں داخل ہوا تو کھو گیا۔ وہ اپنی ادھوری گیم پوری کرنے میں گم ہو گیا۔ صوفہ پر بیٹھے بیٹھے رات ہوگئی۔ اتوار کا دن ڈھل چکا تھا۔

مون کو ہوم ورک کی بھی تسلی ہوگئی تھی کیوں کہ ابھی ابھی نبیل کے برقی سندیسے (میسج) سے پتا چلا تھا کہ تین چھٹیوں کا اعلان ہو گیا ہے جب آیا رات کا کھانا لائی تو مون نے اسے بتا دیا کہ تین دن کی چھٹیاں ہوگئی ہیں اور اسے صبح جلد نہ اُٹھایا جائے۔

رات کے بارہ بجے تک جاگنے اور آنکھیں تھکانے کے بعد مون کمبل لے کر صوفے پر لیٹا رہا۔ اس دوران اس نے بار بار بے تحاشا کھایا پیا اور دانت بھی صاف نہ کیے۔ صبح دس بجے مون کی آنکھ کھلی۔ اسے یہ یاد کر کے بہت خوشی ہوئی کہ آج بھی چھٹی ہے، اسکول ٹیسٹ کی تیاری وہ کل یا پرسوں کر لے گا۔ ابھی تو وہ پلیٹ بھر کر آلو کے چپس کھائے گا، جی بھر کر سوفٹ ڈرنکس پیے گا، آئس کریم اور ٹافیاں بھی کھائے گا، اس کے پاس ایکشن اور سسپنس کی فلمیں تھیں۔ ایک بار پھر وہ نہائے دھوئے بغیر صوفے میں جم کر بیٹھ گیا۔ کھانے پینے اور فلم دیکھنے کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ آیا بے چاری بھی تھک ہار کر چپ ہوگئی تھی۔ اس نے نصیحت کرنا چھوڑ دی کیوں کہ وہ جانتی تھی مون بابا پر کسی نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ مون کو کمرے میں رکھے سامان کا حصہ سمجھنے لگی۔ چڑیا بھی اب مون کے لیے نہیں چہچہاتی تھی۔ مون کھڑکیوں کے پردے ہٹانے نہیں دیتا تھا تاکہ اسے اسکرین روشن نظر آئے۔

آیا کو زکام اور بخار ہو رہا تھا۔ وہ دوا کی گولی کھا کر آرام کرنا چاہتی تھی، چناں چہ مون کے کمرے میں بار بار آنے جانے سے بچنے کے لیے وہ کھانے پینے کی اشیاء کی ٹرے بھر کر مون کے کمرے میں رکھ گئی۔ اس ٹرے میں برگر، پیزا، سینڈوچ، آلو بسکٹ، مٹھائی، چاکلیٹ اور کولڈ ڈرنکس تھیں۔ اس میں کوئی تازہ پھل، سبزی کا سالن، تازہ پانی، انڈے یا مچھلی نہ تھی۔ مون ایک غیر متوازن اور نشائستہ اور مٹھاس سے بھری ہوئی غذا مسلسل کھا رہا تھا۔ وہ حرکت اور ورزش نہیں کرتا تھا۔ اللہ کو یاد بھی نہیں کرتا تھا، اس کے جسم میں آنکھوں کے سوا کوئی عضو متحرک نہ تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے کھاتا اور کھیلتا رہتا، اس طرح چھٹیاں ختم ہوگئیں۔

آیا معمول کے مطابق اسکول کی تیاری کے لیے مون کو جگانے کے لیے کمرے میں آئی۔ آیا کے ہاتھ میں مون کا استری شدہ یونی فارم تھا۔ جو مون کو دے کر اس کا ناشتہ لانا تھا مگر مون کہیں دکھائی نہ دے رہا تھا۔ آیا اِدھر اُدھر جھانکتے ہوئے اسے آوازیں دینے لگی۔ ''مون بابا..... مون بیٹا۔''

پھر وہ باتھ روم کی طرف بڑھی مگر باتھ روم کا تو دروازہ ہی کھلا ہوا تھا۔ مون کہاں چلا گیا؟ اچانک آیا کی نظر صوفے پر پڑی۔ ڈر کے مارے آیا کے منہ سے چیخ نکل گئی..... صوفے پر بھدا موٹا آلو نما مون پڑا تھا جو آنسو بھری آنکھیں ٹپٹپا رہا تھا۔ مون کی عینک کھلے لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر پڑی تھی..... یہ تھی مون کی کہانی..... اس کہانی کا نام ہے کاؤچ پوٹیٹو یعنی صوفے پر بیٹھا ہوا آلو..... بچے اس کے کارٹون بناتے ہیں اور ہنستے ہیں لیکن ہمیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے..... مجھے وہ سبق بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ شاعری تم بتاؤ تمہیں کاؤچ پوٹیٹو کی کہانی سے کیا سبق حاصل ہوا؟''

''دادی..... میں تو ڈر ہی گئی ہوں۔ انسان کو ہر وقت ایک ہی کام نہیں کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ نے انسان کو تمام اعضاء کام میں لانے کے لیے دیئے ہیں.....''

''جی ہاں، بیٹا۔''

''اور دادی..... ایک جیسی چیزیں بھی نہیں کھاتے رہنا چاہیے..... یہ بھی تو ہے۔'' روشنی نے لقمہ دیا۔

''بالکل ٹھیک بیٹا۔''

''اُف مون بے چارہ.....'' شاعری منہ پر کمبل لیتے ہوئے بڑبڑائی۔ ''اب میں موبائل پر کبھی نہیں للچاؤں گی۔''

''اب آپ دونوں کلمہ طیبہ پڑھ کر سکون سے سو جاؤ۔ آئندہ موبائل پر جھگڑا نہ کرنا۔ موبائل پر ڈرامے، فلمیں، کچھ بھی جو طویل اور تھکا دینے والا ہو، مت کیا کرنا..... موبائل رابطے کی مشین ہے، اس پر کال کرو اور سنو۔ لکھ کر پیغام دو یا فوٹوز کا تبادلہ کر لو..... انسان پر اللہ کے عائد کردہ احکام بھی ہیں۔ گھر والوں کا بھی ہم پر حق ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو وقت اور توجہ دیں، حتیٰ کہ پرندوں، جانوروں کا بھی ہم پر حق ہے.....''

دونوں بچیاں ''جی'' کہتی ہوئیں نیند کی آغوش میں چلی گئیں۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

www.paksociety.com

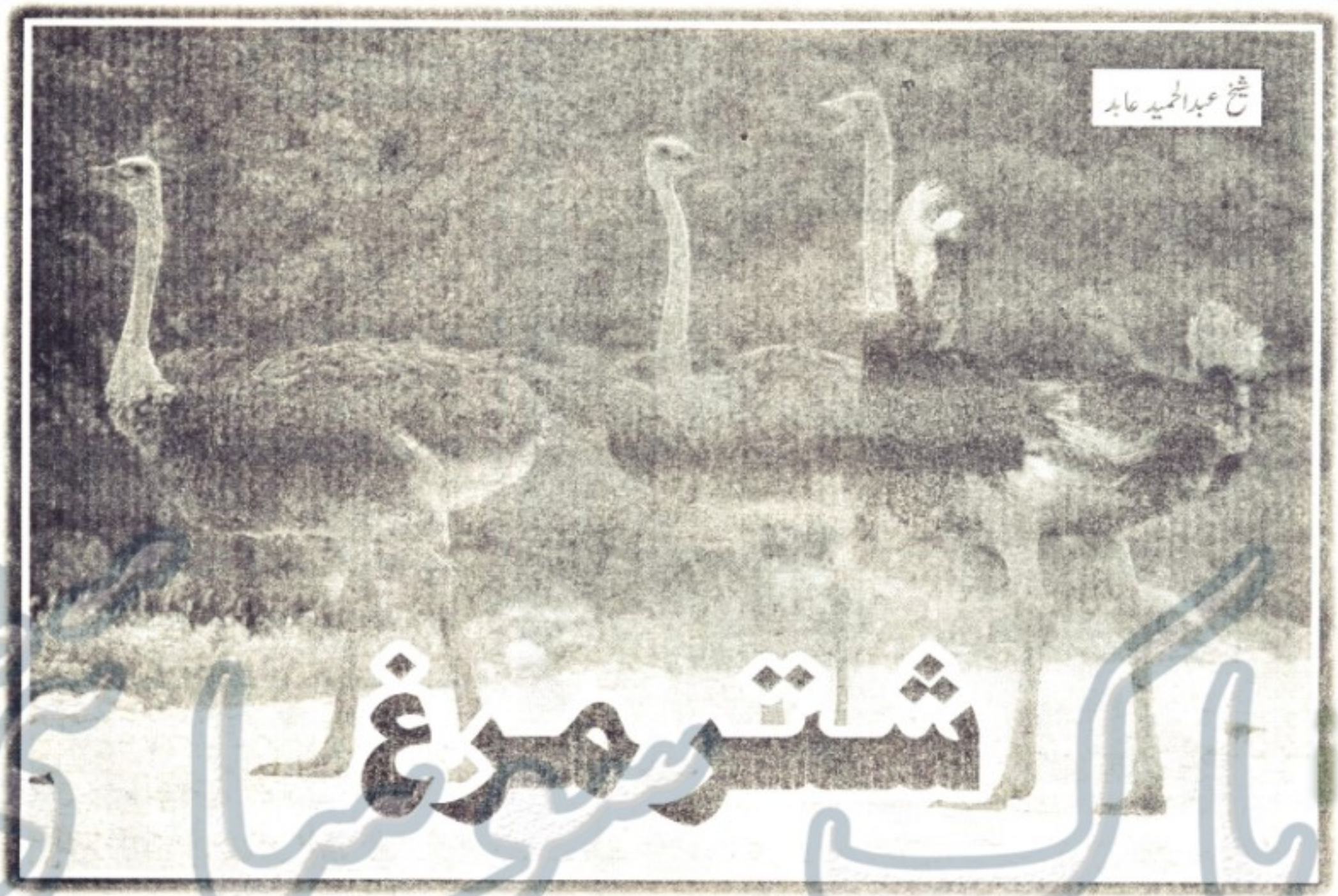

شیخ عبدالحمید عابد

شتر مرغ

پیارے بچو! آپ نے اپنے اردگرد بہت سارے خوب صورت پرندوں کو اُڑتے دیکھا ہو گا۔ کیا آپ دُنیا کے سب سے بڑے پرندے کے بارے میں جاننا چاہیں گے؟

آیئے! آپ کو آج دُنیا کے سب سے بڑے پرندے کے بارے میں معلومات دیتے ہیں۔ شُتر مرغ کرۂ ارض پر پایا جانے والا سب سے بڑا پرندہ ہے اور سب سے دل چسپ بات یہ ہے کہ سب سے بڑا پرندہ ہونے کے باوجود یہ اُڑ نہیں سکتا۔

شُتر مرغ بنیادی طور پر افریقہ میں پائے جاتے ہیں لیکن لذیذ اور مزے دار گوشت کی بناء پر اس کی نسل کشی پوری دُنیا میں کی جا رہی ہے۔

شُتر مرغ بہت ہی منفرد اور خوب صورت دکھائی دینے والا پرندہ ہے۔ اس کی ٹانگیں چمک دار ہوتی ہیں۔ جسم بڑا، جس کے اوپر چھوٹے چھوٹے پَر ہوتے ہیں۔ شُتر مرغ کی گردن لمبی اور بہت دل کش دکھائی دیتی ہے۔

شُتر مرغ اپنے وزن کے لحاظ سے 200 سے 300 پاؤنڈ تک ہوتے ہیں اور جسامت میں یہ 9 فٹ تک لمبے ہو سکتے ہیں، یعنی ایک آدمی سے بھی کہیں لمبے ہو سکتے ہیں۔ شُتر مرغ کا جسم چھوٹے چھوٹے پَروں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ اس کے پَروں کا رنگ کالا اور دُم پر سفید رنگ کے پَر ہوتے ہیں جب کہ مادہ شُتر مرغ کے پَر سرمئی رنگ کے ہوتے ہیں۔ شُتر مرغ کی آنکھ کا سائز 2 انچ ہوتا ہے۔ یہ کسی بھی جانور کی آنکھ سے بڑی آنکھ شمار کی جاتی ہے۔

شُتر مرغ اپنی دوڑنے کی رفتار کے لحاظ سے بھی منفرد مقام رکھتا ہے۔ اپنی طاقت ور ٹانگوں کی مدد سے یہ 40 کلو میٹر فی گھنٹا کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے۔ یہ اپنی ٹانگوں کے وار سے شکاری کو بھی شکار کر سکتے ہیں۔

شُتر مرغ اپنے پَروں کو اُڑانے کے لیے استعمال نہیں کرتے بلکہ اس کے پَر دوڑتے ہوئے جسم کا توازن برقرار رکھنے اور سمت کی تبدیلی کے وقت بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

شُتر مرغ ہمہ خور جانور ہے، مطلب یہ کہ سبزی بھی کھاتا ہے اور گوشت بھی۔ ان کی خوراک میں پودے، بیج، پتے، کیڑے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مکوڑے، چھپکلیاں اور سانپ وغیرہ شامل ہیں۔

یہ جھنڈ کی شکل میں رہتے ہیں۔ عام طور پر ایک جھنڈ میں دس شُترمرغ شامل ہوتے ہیں اور یہ تعداد 100 تک بھی بڑھ سکتی ہے۔

شُترمرغ اپنی نسل بڑھانے کے لیے انڈے دیتے ہیں۔ اس کے انڈے دُنیا میں موجود کسی بھی جانور کے انڈوں سے بڑے ہوتے ہیں۔ انڈہ سائز میں چھ انچ بڑا اور وزن میں تین پاؤنڈ تک ہوتا ہے۔ نر اور مادہ مل کر انڈوں کو سیتے ہیں۔ انڈے سینے کا یہ عمل 40 سے 42 دنوں میں مکمل ہوتا ہے۔ انڈے سے نکلنے والا بچہ بہت خوب صورت ہوتا ہے۔ نر اور مادہ مل کر بچے کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ تین سے چار سال کی عمر میں بچہ مکمل نوجوان شُترمرغ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

شُترمرغ کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ خطرے کے وقت اپنی گردن زمین میں دبا لیتا ہے۔ حقیقتاً وہ اپنی گردن زمین میں دباتا نہیں بلکہ خطرہ محسوس کرتے وقت وہ اپنی گردن اور سر زمین پر سیدھا جھکا لیتا ہے۔ ہمیں دُور فاصلے سے دیکھنے پر ایسا لگتا ہے کہ اس نے اپنی گردن زمین میں دبائی ہوئی ہے۔

جس طرح گھوڑا ریس اور اونٹ ریس کا انعقاد کیا جاتا ہے، اسی طرح کچھ افریقی ممالک میں لوگ شُترمرغ ریس کا انعقاد بھی کرتے ہیں اور اس تفریحی کھیل سے اپنا جی خوش کرتے ہیں۔

شُترمرغ کی ٹانگوں پر بال نہیں ہوتے اور پَر میں صرف دو انگلیاں ہوتی ہیں۔ اس کی نظر بہت تیز ہوتی ہے۔ پانی کے بغیر کئی دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔

پیارے بچو! اس خوب صورت پرندے کو اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو پاکستان میں ہر چڑیا گھر میں یہ دل کش اور حسین پرندہ دیکھ سکتے ہیں اور اپنا دل لبھا سکتے ہیں۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

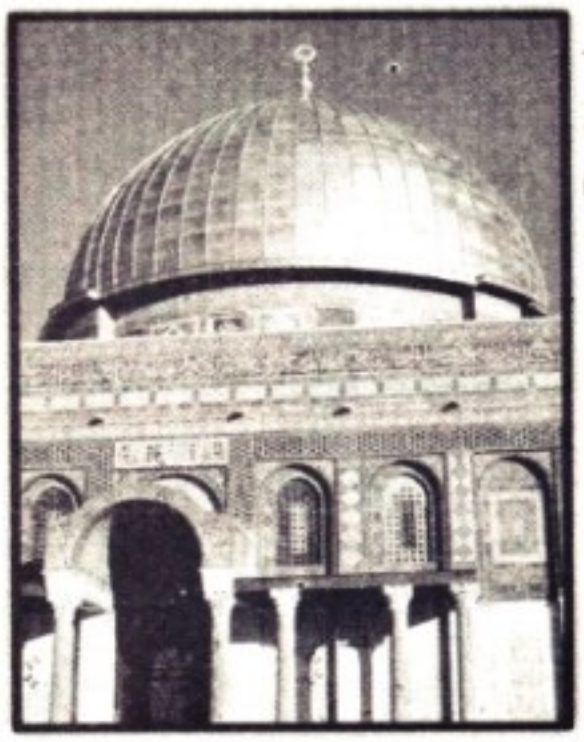

جب حضرت عیسیٰؑ کو رسالت ملی تو اس وقت ان کی قوم میں دُنیا جہاں کی تمام خرابیاں موجود تھیں۔ وہ لوگ اس قدر سرکش ہو گئے تھے کہ ان کے ایک بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا تھا۔ اب آپ نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں خدا کا رسول اور پیغمبر ہوں۔ میں خدا کی جانب سے تمہارے لیے ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور تمہاری اصلاح میرے سپرد ہوئی ہے اور خدا کے قانون توریت کو جسے تم نے پس پشت ڈال کر رکھا ہے، اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کی تکمیل کے لیے خدا کی کتب انجیل لے کر آیا ہوں۔ یہ کتاب حق و باطل کا فیصلہ کر دے گی۔ تمہاری لیے یہی بہتر اور مناسب ہے کہ خدا کے حضور میں جھک جاؤ۔ یہی بہتری اور بھلائی کا راستہ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا معجزہ تھا مگر اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار معجزے عطا کیے، جن کا قرآن حکیم میں ذکر آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، دوسرے کسی اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیتے تو ان کی آنکھیں درست ہو جاتیں اور وہ دیکھنے لگ جاتا۔ تیسرے کسی کوڑھی کو پھونک مار دیتے تو وہ بھلا چنگا ہو جاتا۔ چوتھے آپ مٹی کے پرندے بنا کر ان پر پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو جاتے اور اُڑنے لگتے۔ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کا خلاصہ یہ تھا کہ خدا ایک ہے، اس کی عبادت کرنی چاہیے۔ اچھے اعمال کرو۔ جو انبیائے کرام آچکے ہیں یا نبی آخرالزمان جو تشریف لانے والے ہیں، جن کا اسم گرامی احمدؐ ہوگا، میں ان کی رسالت کی تصدیق کرتا ہوں۔ خدا کی مخلوق کے ساتھ محبت کرو۔ بُرے کاموں سے پرہیز کرو اور میں تمہاری طرف خدا کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں تا کہ ان باتوں کو واضح کر دوں جن کے متعلق تم آپس میں جھگڑ رہے ہو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔ خدا سے ڈرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے لیکن بنی اسرائیل تو بہت ہی سرکش اور نافرمان ہو چکے تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت نے تو انہیں اور بھی بے باک بنا دیا تھا۔ اس لیے حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغ، وعظ و نصیحت نے ان پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ وہ اُلٹے ان کے دشمن ہو گئے۔ چونکہ یہ لوگ غریب اور سادہ مزاج تھے، انہوں نے حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا کہ اے عیسیٰؑ! کیا تیرا خدا ایسا کر سکتا ہے کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے کھانے نازل کرے تا کہ ہم کھانے کمانے سے آزاد ہو جائیں۔ جب ان کا اصرار بڑھا تو حضرت عیسیٰؑ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے اللہ تو ان کا سوال پورا کر۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی دعا قبول فرمائی۔ لیکن ساتھ ہی وحی کے ذریعے واضح کر دیا کہ اگر اس کے بعد بھی کسی نے حکمِ خدا کی نافرمانی کی تو پھر ان کو ایسا ہولناک عذاب دوں گا جو کائنات میں کسی کو نہ دیا گیا ہوگا۔ حضرت عیسیٰؑ نے نہ تو تمام عمر شادی کی اور نہ ہی اپنے لیے مکان بنایا۔ صرف خدا کا پیغام ہر جگہ پہنچاتے رہے۔ دن کو خلقِ خدا کو وعظ و نصیحت فرماتے اور بیماریوں کو شفا بخشتے اور جہاں رات ہو جاتی وہیں بسر لیتے۔ یہودی حضرت کے اس طریق کار کو برداشت نہ کر سکے اور جب ان کو کوئی پیش نہ چلی تو انہوں نے یہ طے کیا کہ بادشاہ وقت کو آپ کے خلاف کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آگاہ کیا کہ دشمن جو تیرے خلاف تدبیریں کر رہے ہیں، یاد رکھو ہم اس سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والے ہیں اور فرمایا کہ نہ تجھ کو دشمن قتل کر سکیں گے اور نہ ہی سولی دے سکیں گے۔ میں تجھ کو اپنی جانب اُٹھا لوں گا اور تجھ کو کافروں سے پاک رکھنے والا ہوں اور جو لوگ تیری پیروی کریں گے انہیں قیامت تک تیرے منکروں پر غالب رکھنے والا ہوں۔ چنانچہ جب یہ لوگ مکان کے اندر داخل ہوئے تو حضرت عیسیٰؑ کو پہچان نہ سکے اور شبہ میں پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ نہ تو حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو قتل کیا گیا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا گیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی جانب اُٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ پھر فرمایا کہ کوئی اہل کتاب ایسا باقی نہیں رہے گا جو حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے آپ پر ایمان نہ لائے گا اور حضرت عیسیٰؑ قیامت کے دن اہل کتاب پر گواہ بنیں گے۔

ہر حل کے ساتھ کوپن چسپاں کرنا ضروری ہے۔ آخری تاریخ 10 فروری 2017ء ہے۔

کھوج لگائیے

نام: _____

شہر: _____

مکمل پتا: _____

_____

موبائل نمبر: _____

ہر حل کے ساتھ کوپن چسپاں کرنا ضروری ہے۔ آخری تاریخ 10 فروری 2017ء ہے۔

دماغ لڑاؤ

نام: _____

مقام: _____

مکمل پتا: _____

_____

موبائل نمبر: _____

فروری کا موضوع ''بسنت میلہ'' ارسال کرنے کی آخری تاریخ 08 فروری 2017ء ہے۔

ہونہار مصوّر

نام _____ عمر _____

مکمل پتا: _____

_____

موبائل نمبر: _____

میری زندگی کے مقاصد

کوپن پُر کرنا اور پاسپورٹ سائز رنگین تصویر بھیجنا ضروری ہے۔

نام _____ شہر _____

مقاصد _____

_____

موبائل نمبر: _____

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اوجھل خاکے

یہ چیزیں خاکے میں چھپی ہوئی ہیں۔ آپ ان چیزوں کو تلاش کیجیے اور شاباش لیجیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

محمد فاروق دانش

اُمید کی نائو

کیشو ایک محنت کش اور ایمان دار مچھیرا تھا۔ وہ رات دن محنت کر کے اپنی پُرانی کشتی کے ذریعے دریا میں جال ڈال کر مچھلیاں پکڑتا اور انہیں مارکیٹ میں لے جا کر فروخت کر دیا کرتا۔ فروخت کی گئی مچھلیوں سے حاصل ہونے والی رقم بس اتنی ہوتی تھی کہ وہ بمشکل گزارا کر سکے۔ اس کا ٹوٹا پھوٹا پُرانا سا مکان دریا کے کنارے مچھیروں کی بستی میں بنا ہوا تھا جس میں وہ اپنی بیوی نسرین کے ساتھ رہتا تھا۔ نسرین دمے اور ٹی بی کے مرض میں کافی عرصے سے مبتلا تھی۔ اس کے علاج پر بھی کیشو کی خاصی رقم خرچ ہو رہی تھی۔ وہ نئی کشتی لینے کا ارادہ کرتا لیکن ہر بار اس کی یہ خواہش دل ہی میں رہ جاتی اور وہ اپنے نصیبوں کو کوسنے لگتا۔

کیشو کے دکھ کی ایک اور وجہ اس کی بے اولادی بھی تھی۔ کیشو کی شادی کو کئی سال ہو چکے تھے لیکن وہ دعا کرتا تھا کہ اس کے گھر اولاد پیدا ہو جائے۔ اس نے اپنے بھائی سے اس کا ایک بیٹا گود لینے کی درخواست کی جسے اس نے رد کر دیا۔ کیشو سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہوا اور اپنی قسمت پر رو دیا تھا۔ دن یوں ہی گزر رہے تھے۔ وہ کام پر جانے سے پہلے اپنی بیوی کو دوا کھلاتا اور اچھے دنوں کی اُمید دلا کر روانہ ہو جاتا۔

آج بھی جب وہ اپنے گھر سے روانہ ہوا تو راستے میں اسے کئی مچھیرے ملے۔ انہوں نے موسم کی خرابی کی وجہ سے کیشو کو دریا پر نہ جانے کا مشورہ دیا لیکن کیشو کی جیب خالی تھی اور اسے پیسوں کی اشد ضرورت تھی۔ مچھیروں کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا اپنی کشتی تک پہنچ گیا۔ جیسے ہی وہ دریا کے درمیانی حصے میں پہنچا، اس نے دیکھا کہ ہر طرف تیز ہوائیں چلنا اور آسمان پر سیاہ بادل آنا شروع ہو گئے۔ اس نے بدلتے ہوئے موسم کی پروا نہیں کی اور مچھلیاں پکڑنے کے لیے جال دریا میں پھیلانے لگا۔ کئی بار کوشش کے باوجود مچھلیوں کی زیادہ تعداد ہاتھ نہ لگ سکی۔ وہ یہ صورت حال دیکھ کر پریشان ہو گیا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اسی طرح پورا دن گزر گیا۔ یہ اس کی خوش بختی کہیے یا قدرت کی مہربانی کہ اس دوران موسم ابر آلود ہونے اور آسمان پر سیاہ بادلوں کی موجودگی کے باوجود پانی کی ایک بوند زمین پر نہیں گری۔ تاہم شام ہوتے ہی تیز ہواؤں کے جھونکوں کے ساتھ مٹی کی سوندھی خوش بو تیز اور موسلا دھار بارش کی پیش گوئی کر رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

وہ سمجھ گیا کہ اب دریا کے درمیان زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں۔ اس نے ساحل کا رُخ کیا اور تیزی سے کشتی دوڑاتا ساحل پر آپہنچا اور شکار کی ہوئی مچھلیاں سمیٹنے کے بعد کشتی کو باندھنے لگا۔ اسی اثناء میں اس کا ایک دوست نیاز وہاں آگیا اور اس کی مدد کرنے لگا۔ کیشو نے شکار کی ہوئی مچھلیاں نیاز کے حوالے کیں اور اسے مارکیٹ فروخت کر دینے کو کہا اور خود کشتی کی ضروری دیکھ بھال میں لگ گیا۔

ابھی نیاز مچھلیوں سے بھرا تھیلا لے کر مچھلی مارکیٹ کی جانب روانہ ہوا تھا کہ دفعتاً کئی افراد پر مشتمل ایک خاندان اچانک کہیں سے نمودار ہوگیا اور کیشو کی منت سماجت کرنے لگے کہ وہ اپنی کشتی میں انہیں دریا کے اس پار واقع گاؤں تک چھوڑ آئے۔ گوکہ عام طور پر یہ نصف گھنٹے سے زیادہ کا کام نہیں تھا لیکن کیشو کو بدلتے موسم کا ڈر تھا۔ اس صورتِ حال میں دریا میں کشتی لے کر جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس نے انکار کی بار بار کوشش کی لیکن پھر اس خاندان میں خواتین اور بچوں کو دیکھ کر اس کی غیرت نے گوارا نہ کیا اور اس نے خطرہ مول لینے کا ارادہ کرلیا۔ یہ سات افراد جیسے ہی کشتی میں سوار ہوئے۔ اس نے فوری کشتی کا رُخ دوسرے کنارے کی جانب کر دیا۔ دن بھر کی تھکاوٹ سے پہلے ہی اس کے ہاتھ شل ہو گئے تھے لیکن خراب موسم کی وجہ سے وہ اس تکلیف سے بے نیاز چپو تیزی سے چلاتا ہوا کشتی کو دریا کے بیچ میں لے آیا۔ دریا میں اونچی نیچی موجیں پیدا ہو رہی تھی اس لیے کشتی نے ہچکولے لینا شروع کر دیئے۔ یہ دیکھ کر کشتی میں بچے اور خواتین خوف زدہ ہونے لگے لیکن کیشو نے انہیں اطمینان دلایا اور دوبارہ چپو چلانے لگا۔

اس کی سر توڑ کوشش کے بعد کشتی پانی کے اس جوار بھاٹے سے نکل آئی اور کچھ ہی دیر میں دریا کے دوسرے کنارے جا لگی۔ کنارے پر اُترتے ہوئے مسافروں نے کیشو کا بہت شکریہ ادا کیا اور اسے مقررہ رقم سے زیادہ دے کر فوری روانہ ہو گئے۔ انہیں بھی اپنے گھر پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس نے بھی جلدی دکھائی اور واپسی کی راہ لی۔ دفعتاً بوندیں برسنا شروع ہوگئیں۔ وہ دل ہی دل میں خدا کو یاد کرتا ہوا تیزی سے چپو چلا رہا تھا۔ تیز بارش میں خیر و عافیت کی دعائیں کرتے ہوئے جب اس نے کشتی اپنے کنارے پر لگائی تو وہ بارش سے تر بہ تر ہو گیا تھا۔ ٹھنڈی ہواؤں کے سبب اس کی گھگی بندھ گئی اور وہ بری طرح کانپنے لگا۔ اس نے ہمت نہیں ہاری اور جلدی جلدی اپنا کام کرنے لگا۔ اسے اندازہ تھا کہ نیاز نے مچھلیاں فروخت کر کے رقم اس کی بیوی کے حوالے کردی ہو گی اور چند مچھلیاں بھی پکانے کو دی ہوں گی۔

وہ اس دھن میں گھر کی جانب روانہ ہو رہا تھا کہ اچانک اسے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ رُک گیا اور گردوپیش کا جائزہ لینے لگا لیکن اسے ہر طرف سناٹا سنائی دیا لیکن وہ جیسے ہی چلنے لگا، اسے دوبارہ اس بچے کی رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ حیران ہوا اور اپنی کشتی کے قریب پہنچ کر اس کو دیکھنے لگا۔ اچھی طرح جائزہ لینے کے باوجود اسے وہاں کچھ نظر نہیں آیا۔ پھر اسے سمجھ میں آگیا کہ دُور کھڑی ایک دوسری کشتی میں سے بچے کے رونے کی آواز سنائی دی ہے، وہ اس طرف گیا۔ یہ بادبانی کشتی تھی، اس کا مالک شہر میں رہتا تھا۔ وہ کبھی کبھار اس کشتی کو دریا میں لے جاتا تھا اور اپنے مہمانوں کو دریا کی سیر کراتا اور مچھلیاں شکار کرتا تھا۔ کئی روز سے اس نے کشتی کو اسی مقام پر کھڑا دیکھا تھا اس لیے اس کشتی کے بارے میں اسے کسی قسم کا کوئی گمان نہیں تھا لیکن جب وہ کشتی کے قریب پہنچا تو اس میں رکھی ایک ٹوکری کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کشتی کے بیچوں بیچ پلاسٹک کی ٹوکری میں موٹے کپڑے میں لپٹا ہوا ایک معصوم بچہ بلک بلک کر رو رہا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر کیشو سے رہا نہ گیا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، کشتی میں کود کر ٹوکری کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اس موقع پر لمحہ بھر کو اس کے ذہن میں بہت سے سوالات اُبھرے۔ یہ ٹوکری اس کشتی میں کیسے آگئی؟ ہو سکتا ہے کوئی اسے بھول گیا ہو یا جان بوجھ کر کشتی میں رکھ گیا ہو کہ یہ دریا کے دوسرے کنارے پہنچ جائے گا؟ اس معصوم پر اسے ترس آرہا تھا۔ کیشو کے گھر کوئی اولاد نہیں تھی، اس لیے وہ اس معصوم کو قدرت کا تحفہ سمجھنے لگا۔

کیشو کے سوالوں کے جوابات دینے والا وہاں کوئی نہ تھا، اس لیے وہ بچے کو خراب موسم سے بچاتا ہوا گھر لے آیا۔ گھر میں موجود بیمار بیوی نے جو اس بچے کو دیکھا تو اس کے چہرے پر رونق آگئی اور آنکھوں میں خوشیوں کے موتی چمکنے لگے۔ بیوی نے کیشو سے اس بچے کے بارے میں پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا اور فوراً گود میں لے کر کھلانے لگی۔ بچہ بھوک سے نڈھال تھا، اس لیے مسلسل روئے جا رہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھا۔ کیشو تیز بارش کے باوجود پڑوس سے جا کر کچھ دودھ مانگ لایا اور اس بچے کو پلانے لگا۔ وہ دودھ پیتے ہی خاموش ہو گیا۔

اب کیشو نے سارا ماجرا اپنی بیوی کے سامنے بیان کیا۔ اس نے بچے کی آمد کو نیک شگون قرار دیا۔ اب اُس نے کیشو کو خراب موسم میں دریا پر نہ جانے کی ہدایت کی۔ اس نے اپنی بیوی کی بات مان لی۔ دونوں میاں بیوی اس بچے کے وارث بن کر اس کی پرورش کرنے لگے۔

چند روز کیشو نے اس بچے کے وارثوں کی تلاش کی لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود بچے کے والدین تک نہیں پہنچ سکا۔ اب اس نے اس بچے کی پرورش کا مکمل ذمہ لے لیا۔ اس نے اس کا نام دیسو رکھا۔ گاؤں والے اس کے اس جذبے کے بارے میں جان کر بہت خوش ہوئے اور اسے مبارک باد دینے لگے۔ کیشو کی بیوی اب بہت خوش رہنے لگی۔ اسے اپنی بیوی کی صحت یابی کا امکان ہونے لگا تھا۔ وہ اب زیادہ وقت گھر پر ہی گزارتا اور اپنی بیوی اور دیسو کو زیادہ سے زیادہ وقت دینے کی کوشش کرتا۔ اس طرح دن گزرتے گئے، کیشو کے گھر میں خوشیوں کی بہار آ گئی۔

دیسو چار سال کا ہوا تو اس نے اُسے اسکول میں داخل کرا دیا۔ دن اسی طرح بسر ہو رہے تھے، اب تک کوئی وارث سامنے نہیں آیا تھا۔ دیسو اب سات سال کا ہو چلا تھا۔ ایک روز وہ اسکول گیا ہوا تھا، کیشو کی بیوی کی اچانک طبیعت خراب ہو گئی۔ گھر میں اس کی دیکھ بھال کے لیے کوئی بھی موجود نہ تھا اس لیے وہ کسی کو مدد کے لیے بھی نہ پکار سکی اور دم گھٹنے سے بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ جتنی دیر میں کیشو گھر پہنچا وہ اللہ کو پیاری ہو چکی تھی۔ قدرت کو شاید اس کا امتحان منظور تھا۔ اس کی اچانک موت دیسو اور کیشو دونوں کے لیے بے حد تکلیف دہ تھی۔ وہ اس حادثے سے بدحواس ہو گئے لیکن کیشو کے عزیزوں نے اس کو حوصلہ دیا اور بہتر دنوں کے آنے کی اُمید دلانے لگے۔

کچھ روز غم کی شدّت میں گزرنے کے بعد کیشو اور دیسو روزمرہ امور میں مصروف ہو گئے۔ اب کیشو، دیسو کا پہلے سے زیادہ خیال رکھتا اور وہ اسے باپ کے ساتھ ساتھ ماں کی محبت بھی دے رہا تھا۔ شدید غربت کے باوجود اس کی ہر خواہش کا احترام کرتا اور تمام ضروریات پوری کیا کرتا۔ وہ دیسو کو ماں کی محبت دے کر اس کی یاد بھلا دینا چاہتا تھا۔ دیسو بھی باپ کی شفقت اور محبت کا قائل تھا۔ وہ اپنے دوستوں سے اپنے باپ کی تعریفیں کرتا تھا۔

جب دیسو بارہ سال کا ہوا تو کیشو اسے اپنے ساتھ کشتی پر لے جانے لگا۔ وہ دیسو کو مچھیرا نہیں بنانا چاہتا تھا۔ وہ اس کی تمام تر توجہ تعلیم پر مرکوز کیے ہوئے تھا، تاہم وہ اس کو خوش کرنے کے لیے اپنے ساتھ رکھتا اور دریا کی سیر کراتا تھا۔ دیسو کشتی میں سوار ہو کر بہت خوش ہوتا اور مچھلیاں شکار کرنے کے لیے دریا میں جال پھیلانے میں اپنے والد کی مدد کرتا تھا۔ دیگر مچھیرے بھی دونوں باپ بیٹوں کو ایک ساتھ ماہی گیری کرتے دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور شاباش دیا کرتے تھے۔

ایک دن اچانک دیسو کی طبیعت خراب ہوئی۔ کیشو قریبی حکیم سے دوا دلوا لایا اور گھر پر کام کرنے کی ہدایت کر کے خود کشتی میں سوار ہو کر دریا پر مچھلیاں شکار کرنے لگا لیکن وہ جلد ہی اپنا کام ختم کر کے جب گھر واپس آیا تو دیسو بخار میں بُری طرح تپ رہا تھا۔ کیشو نے حکیم سے دوا لے کر اسے پلائی تھی، کچھ ہی دیر میں اس کا بخار کم ہونا شروع ہو گیا۔ دیسو کی آنکھوں میں رونق اور ہاتھوں میں زندگی کی حرارت لوٹ آئی تھی۔ یہ دیکھ کر کیشو کی جان میں جان آئی، وہ دیسو سے باتیں کرنے اور اس کا دل بہلانے لگا۔

دیسو نے اپنے باپ کو اطمینان دلایا اور اس سے اچانک تازہ مچھلی کھلانے کی فرمائش کر دی۔ کیشو بھی اپنے بیٹے کی فرمائش پر کہاں رُکتا، وہ فوری گھر سے نکلا اور دریا پہنچ گیا۔ آج بھی موسم ویسا ہی ہو رہا تھا جیسا کہ بارہ سال قبل تھا۔ کالے سیاہ بادلوں کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے کیشو نے سوچا کہ اپنے ساتھی مچھیرے سے مچھلی لے جائے لیکن پھر اسے یاد آیا کہ دیسو نے تو دریا سے تازہ مچھلی شکار کر کے لانے کے لیے کہا تھا۔ وہ خراب موسم کی پرواہ کیے بغیر کشتی میں سوار دریا میں جا پہنچا۔ طوفانی ہواؤں میں دریا کے بیچوں بیچ اس کی کشتی ڈول رہی تھی۔ وہ مست ہو کر ہر بات سے بے نیاز دریا میں جال ڈالے مچھلی کے آجانے کی فکر میں تھا۔

جب اس کے جال میں جنبش ہوئی تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہی اور وہ بچوں کی طرح خوشی سے اُچھلنے لگا۔ اسی دوران سیاہ بادلوں نے برسنا شروع کر دیا تھا اور تیز بارش کے سبب وہ مکمل طور پر

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بھیگ چکا تھا۔ اس وقت اسے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی، اگر فکر تھی تو کیشو کی فرمائش پوری کرنے کی۔ وہ ہچکولے لیتی کشتی میں مزے سے مچھلی کا شکار کرنے کے بعد دَریا پر پہنچا تو تمام مچھیرے اپنی اپنی کشتیوں کو کنارے لگا کر گھروں کا رُخ کر چکے تھے۔

کیشو نے محسوس کیا کہ وہ اب پہلے جیسا صحت مند نہیں رہا۔ کشتی کے چپو چلاتے چلاتے وہ ادھ موا ہو گیا تھا۔ اس نے مچھلی تھیلی میں ڈالی اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ بارش تیز ہو گئی تھی۔ وہ کیچڑ والے پانی میں تیز تیز چلنے کی کوشش کرتا ہوا جیسے تیسے گھر پہنچا۔ تو حیران و پریشان ہو گیا۔ اس کے سامنے کا منظر اس کی دُنیا ویران کر دینے کے لیے کافی تھا۔

اس کے دروازے پر ایک بڑی سی گاڑی کھڑی تھی۔ ایک مرد اور عورت گاڑی کے باہر ٹہلتے ہوئے اس کے منتظر تھے۔ اس کے دروازے پر آتے ہی مرد فوری اس کی جانب لپکا۔

''میری بیوی دماغی مریضہ تھی۔ وہ اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ گم ہو گئی تھی۔'' وہ کہہ رہا تھا۔ ''ہم نے اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ ملی، نہ ہی بچہ!''

اس کے دماغ پر ہتھوڑے برسنے لگے تھے۔ اسے پہلے تو ایسا لگا کہ جیسے اس کی کشتی باہر آئے طوفان کی زد میں آ کر کرچی کرچی ہو گئی ہے اور وہ تیز بھنور کے پانی سے بچنے کے لیے چلّا رہا ہے۔

''کئی سالوں کی تگ و دو کے بعد ہم مایوس ہو چلے تھے کہ ایک روز.....'' وہ کہہ رہا تھا اور اس کی سمجھ میں کہانی آتی جا رہی تھی۔ ''ہمیں علم ہوا کہ ہمارا بچہ وہ ایک کشتی میں ڈال کر کہیں چلی گئی۔ وہ بچہ تمہارے پاس.....''

اس شخص نے کہتے ہوئے یہ سمجھا دیا کہ وہ اس کی تمام متاع کو نگلنے آیا ہے۔ اس کے ہاتھ سے تھیلی گر پڑی اور چھوٹی بڑی مچھلیاں فرش پر پھیل گئیں۔ دوسری جانب کیشو بھی لڑکھڑا کر ایک طرف گر گیا اس شخص نے اسے سہارا دے کر اُٹھایا اور اندر مکان میں لے گیا۔ دیسو اپنے بابا کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

''بیٹا! تمہارے بابا تمہیں لینے آئے ہیں۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا رُخ دوسری جانب کر لیا۔ وہ اپنی آنکھوں سے بہنے والے آنسو اسے کسی طور نہیں دکھانا چاہتا تھا۔

''میرا بابا کوئی اور نہیں تم ہو، صرف تم.....'' وہ بستر سے اُٹھا اور اس نے بابا کے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دیں۔ ''مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا۔'' اس نے اس امیر آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر کیشو کو گلے سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

''مجھے خود سے جدا مت کرنا بابا! ورنہ میں مر جاؤں گا۔''

''مریں تمہارے دشمن!'' یہ کہہ کر اس نے بھی شدت جذبات سے اسے بھینچ کر اپنی بانہوں میں جکڑ لیا کہ کہیں کوئی اسے اُڑا کر نہ لے جائے۔ چند لمحوں کے بعد اس نے دیسو کے باپ کو دیکھنے کے لیے پلٹ کر دیکھا تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے استقبال کیا اور اس کو تازہ دم کر دیا۔ اس کے مکان میں اب کوئی بھی نہیں تھا۔ کیشو کی اُمید کی کشتی ڈوبتے ڈوبتے بچی تھی۔ بے لوث نیکی، محبت اور شفقت کی جیت ہوئی تھی۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

نقاش پاکستان چوہدری رحمت علی

ہوشیار پور ضلع میں مہکی جو اک کلی
نام اس کا رکھا گیا چوہدری رحمت علیؒ
محترم سید طبی حسین نے پڑھائی عربی اور فارسی
ہر امتحان میں جسے حاصل ہوئی کام یابی
ہندوؤں کو رلایا جس نے انگریزوں کو مات دی
اللہ کا جو ہم پر تھا احسان رحمت علیؒ ، رحمت علیؒ
مسلمانوں میں جس نے روح پھونکی انقلابی
جس کے صلے میں دُنیا کی شہرت اسے ملی
پنجاب سندھ سرحد بلوچستان اور کشمیر کی لڑی
تو نقاش پاکستان کا نام اور عزت اسے ملی
ہٹلر کے سامنے بھی جس کی گردن تنی رہی
وہ تھا مردِ مجاہد رحمت علیؒ رحمت علیؒ
جب مسلمانوں کو آزادی کی دولت ملی
تو گویا اک قسم کی راحت اسے ملی
قیامِ پاکستان کے بعد اس نے رحلت فرمائی
گلشن اُداس ہو گیا ہر آنکھ اشک بار ہوئی
عبد نے آج تک کسی میں وہ خوبی نہیں دیکھی
جس کی مرقع تھی وہ ذات رحمت علیؒ رحمت علیؒ

(شاہد محمد عبد، لاہور)

حکایتِ شیخ سعدیؒ

امام غزالیؒ سے لوگوں نے پوچھا: ''آپ کو اتنا زیادہ علم کیسے حاصل ہوا؟ آپؒ نے فرمایا: ''جو میں نہیں جانتا تھا، اس کے بارے میں دوسروں سے پوچھتا تھا، جس سے میرے علم میں اضافہ ہو گیا۔''

(محمد خذیمہ طارق، سرگودھا)

گلدستۂ حدیث

☆ جو دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار اُٹھاتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ (ابن ماجہ)

☆ اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔ (نسائی)

☆ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔ (متفق علیہ)

☆ کمزور لوگوں کی وجہ سے اللہ تمہیں رزق دیتا ہے اور تمہاری مدد کرتا ہے۔ (بخاری)

☆ جس نے کسی مجاہد کو تیار کیا، سو اس نے خود جہاد کیا۔ (بخاری)

☆ داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور داہنے ہاتھ سے پیو۔ (مسلم)

☆ جس نے علمِ نجوم میں سے کچھ حاصل کیا اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا۔ (ابوداؤد)

☆ فیصلے میں رشوت لینے اور دینے پر رسولؐ نے لعنت فرمائی ہے۔ (ترمذی)

☆ جس نے ایک اونٹ یا بکری خیانت کی تو وہ قیامت کے دن اسے اُٹھائے ہوئے گا۔ (مسند احمد)

☆ میں ٹیک لگا کر نہیں کھایا کرتا۔ (بخاری)

(شکیل الرحمٰن، شرق پور)

کوئی ٹوکے تو گرماتے نہیں

مولانا شبلی نعمانیؒ ایک مرتبہ اکبر الٰہ آبادی سے ملنے کے لیے ان کے گھر گئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ نماز کا وقت آیا تو اکبر الٰہ آبادی اور مولانا شبلی مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ لوگ دروازے سے نکل رہے تھے اور اکبر کے صاحبزادے عشرت مکان میں داخل ہو رہے تھے۔ عشرت نے یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ نماز کے لیے جا رہے ہیں، نگاہ بچانے کی کوشش کی۔ اکبر الٰہ آبادی وہیں رُک گئے، عشرت کو آواز دی اور عشرت کی طرف اشارہ کیا اور شبلی کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر سنایا:

بے نمازوں میں ہے یہ اور اس پے شرماتے نہیں
حیرت یہ ہے، کوئی ٹوکے تو گرماتے نہیں

(میمونہ نوید، راول پنڈی)

جھوٹ نفاق کی علامت ہے

منافق کی تین علامات ہیں:

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

☆ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔
☆ جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔
☆ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو کیوں کہ جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

(مومنہ عامر حجازی، لاہور)

چاند

کتنی پیاری رات ہے بچو چاند ہمارے ساتھ ہے بچو
روشن روشن کرنیں ساری کتنی اچھی کتنی پیاری
چندا ماموں بچے گائیں کھیلیں کودیں شور مچائیں
امی منا گود سلائے چاند کی لوری اسے سنائے
سن کر لوری سو جاتے ہیں خوابوں میں یہ کھو جاتے ہیں
دیکھ کر چاند کو بچے سارے گیت ہیں گاتے پیارے پیارے
تاروں کے جھرمٹ میں آئے جیسے دلہن روپ سجائے
کالی گھٹا میں چھپ جاتا ہے بادل بھاگیں پھر آتا ہے
چاندنی اس کی من کو بھائے
دیکھ کے اس کو من للچائے

(شمشاد کوثری، لاہور)

صرف نام لکھا ہے

ایک دفعہ برناڈ شا ایک بڑے مجمع کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک لفافہ آکر گرا۔ برناڈ شا نے اسے کھول کر دیکھا۔ کاغذ کے ایک ٹکڑے پر درج تھا: ''نالائق!''

برناڈ شا نے کاغذ کا ٹکڑا جیب میں رکھتے ہوئے کہا: ''کبھی کبھی لوگ خط لکھتے ہیں لیکن اپنا نام لکھنا بھول جاتے ہیں مگر اس وقت جن صاحب کا رقعہ میرے پاس آیا ہے، انہوں نے اپنا نام تو لکھا ہے لیکن مضمون لکھنا بھول گئے ہیں۔''

(فائزہ رزاق، خانیوال)

اچھا شہری

ہر اک بچے کا یہ حق ہے
اچھی ہو اس کی خوراک
مفت ملے اس کو تعلیم
اور ملے اچھی پوشاک
عدل ملے انصاف ملے
دودھ اور پانی صاف ملے
صحت اور صفائی بھی ہو
اس کے ساتھ پڑھائی بھی ہو
پاکیزہ اطوار ہوں اس کے
ساتھی با کردار ہوں اس کے
اچھا شہری وہ کہلائے
دُنیا بھر میں نام کمائے

(کرامت بخاری، لاہور)

محبت کا پیکر

دُنیا میں ماں سے زیادہ حسین کوئی شے نہیں۔ ماں کے بغیر زندگی ادھوری ہے۔ ماں تپتے صحرا میں چھاؤں اور موجوں کے سمندر میں کنارہ ہے۔ ماں جنت جانے کا راستہ، اندھیری رات میں اُجالا اور بارش اور دھوپ سے بچاؤ کے لیے سایہ ہے۔ ماں محبت کا پیکر ہے۔ اس عظیم ہستی سے اس کی عظمت کے مطابق محبت کرو۔ جس نے تمہیں زمانے کی سوچ جیسی گرم شعاعوں سے بچائے رکھا اور خود کو جلایا۔ ماں ایک عظیم سرمایہ ہے میری ماں میری دُنیا ہے۔

(جاوید اقبال طور، گجرات)

اقوال زریں

☆ انسان کو خیالات کا بلند ہونا چاہیے، باتوں کا نہیں کیوں کہ ایک چھوٹا پرندہ اونچی عمارت پر بیٹھ کر عقاب نہیں بن جاتا۔
☆ زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا ہے۔
☆ خوشبو اور مسکراہٹ دو اہم خزانے ہیں، پہلے کو اپنے تک محدود رکھو اور دوسرے کو دوسروں پر نچھاور کر دو۔
☆ اگر تم والدین کی باتوں پر توجہ دو تو پتھر کی سلیں بھی تمہارے ہاتھوں موم بن جائیں گی۔
☆ با ادب با مراد، بے ادب بے مراد۔
☆ اپنی خواہشات پر قابو پانا، زندگی کی آدھی مشکلات کو ختم کر دیتا ہے۔

(فاطمہ صفدر، خانیوال)

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

گولو اور مولو دو بھورے اور سفید خرگوش تھے۔ دونوں شروع سے ہی ساتھ رہتے تھے اور ایک دوسرے کے گہرے دوست تھے۔ کھاتے بھی ساتھ تھے اور کھانے کی تلاش کے لیے بھی ساتھ ہی نکلتے تھے اور شام ہوتے ہی دونوں واپس جھاڑیوں میں آکر چھپ جاتے تھے۔ گولو چاہتا تھا وہ زیادہ سے زیادہ گاجریں کھائے کیونکہ وہ فطرتاً لالچی طبیعت کا مالک تھا جبکہ مولو نیک طبیعت کا مالک تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے دوست کو برابر رکھتا تھا۔ ایک دفعہ مولو کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لیے اُس نے گولو سے کہا:

''دوست آج تم جا کر گاجریں لے آؤ۔ گولو یہ سُن کر بہت خوش ہوا کہ چلو اچھا ہے آج میں دل بھر کر گاجریں کھاؤں گا۔

اب گولو صبح سویرے اپنے سفر پر چل پڑا۔ مولو ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے گولو رستہ بھول گیا اور کسی دوسرے کھیت پر پہنچ گیا۔ پہلے تو گولو بہت گھبرایا لیکن پھر ہمت کر کے جھاڑیوں کے بیچ سے ہوتا چلتا گیا۔ دور سے ہی اُس کو گاجروں کی خوشبو آرہی تھی۔ گولو جب وہاں پہنچا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں تو بہت موٹی موٹی اور لال لال گاجریں تھیں۔ جس کو دیکھ کر گولو کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ جلدی جلدی گاجریں کھانے لگا لمحہ بھر کو اسے مولو کا خیال آیا اور اُس نے اُس کے لیے بھی گاجریں جمع کیں اور پھر گھر ہولیا، جہاں مولو اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ جب گولو نے مولو کو گاجریں دیں تو مولو کی آنکھیں چمک اُٹھیں کیوں کہ مولو نے بھی کبھی اتنی موٹی اور تازہ لال گاجریں نہیں دیکھی تھیں۔ اُس نے جھٹ سے کھانا شروع کر دی اور کہنے لگا:

''ارے واہ گولو! آج تو روز والے اپنے کھیت میں بڑی اچھی گاجریں ہیں، کھا کر تو مزا آگیا۔'' گولو جو مولو کو بتانے ہی والا تھا کہ یہ گاجریں روز والے اقبال صاحب کے کھیت کی نہیں ہیں بلکہ یہ ایک نئے کھیت سے ہیں لیکن اُسی وقت اُس نے سوچا کہ کیوں نہ یہ بات گولو سے راز رکھی جائے کیوں کہ وہ کھیت میں نے ڈھونڈا ہے اور ویسے بھی اگر ہم دونوں اب نئے کھیت کی گاجریں کھائیں گے تو وہ جلدی ختم ہوجائیں گی۔ کیوں نہ میں یہ سب گاجریں خود اکیلا کھاؤں اور مولو کو بتاؤں ہی نہ؟ اس طرح میں وہ ساری گاجریں زیادہ دن تک کھا سکوں گا۔ اِس لیے اُس نے مولو کو کچھ نہ بتایا۔

اگلے دن جب مولو نے گولو کو ساتھ چلنے کا کہا تو گولو نے بہانا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بنایا کہ آج اسے اپنے خالو سے ملنے جانا ہے، اِس لیے وہ گاجریں لینے مولو کے ساتھ نہیں جائے گا بلکہ مولو اکیلا جاکر گاجریں لے آئے۔ مولو اُس کی بات مان کر اقبال صاحب کے کھیت کی طرف چل دیا جبکہ پیچھے گولو نئے کھیت کی طرف چل پڑا۔ وہاں اس نے پیٹ بھر کر گاجریں کھائیں اور مولو کے آنے سے پہلے واپس آ گیا۔ جب مولو نے گولو کے آگے گاجریں رکھیں تو وہ بالکل پھیکی اور بدمزا تھیں۔ اُن گاجروں کے مقابلے میں جو وہ کھا کے آیا تھا۔

گولو! ''تمہاری والی گاجریں بہت اچھی تھیں، آج مجھے بالکل بھی اچھی گاجریں نہیں ملیں۔'' مولو نے افسردگی سے گولو کو کہا۔

''کوئی بات نہیں مولو! تم نے بہت محنت کی ہے اس لیے یہ سب تم کھاؤ۔''

''نہیں گولو! ہم دونوں مل کر کھاتے ہیں۔''

کافی دنوں دن تک گولو مختلف بہانوں سے مولو سے چھپ کر نئے کھیت میں جانے لگا اور وہاں پیٹ بھر کر گاجریں کھا کر واپس آجاتا۔ اُدھر کھیت کا مالک دن بہ دن گاجروں کی کاشت میں کمی محسوس کرنے لگا تو اُس نے اِس چور کو ڈھونڈنے کا فیصلہ کیا پھر ایک دن جب گولو جھاڑیوں میں چھپ کر گاجریں کھا رہا تھا تب اُس کھیت کے مالک نے گولو کو دیکھ لیا اور اُس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اِس چور کو پکڑ کر ہی دم لے گا۔

اُدھر مولو کو گولو کے روز روز کے بہانوں سے کچھ گڑبڑ کا احساس ہوگیا تھا کہ آخر گولو کیوں اُس کے ساتھ گاجریں لینے نہیں جاتا؟ اِس لیے اُس نے سوچ لیا تھا کہ آج وہ گولو کا پیچھا کر کے اصل بات معلوم کرے گا۔ اتنے سالوں میں پہلی دفعہ گولو نے ایسی حرکت کی تھی ورنہ تو گولو ہمیشہ مولو کے ساتھ جاتا تھا کیوں کہ وہ اکثر رستہ بھول جاتا تھا، وہ اس معاملے میں وہ بھلکڑ تھا۔

اس لیے آج وہ صبح ایک کونے میں جاکے چھپ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب گولو نکلے اور وہ اس کا پیچھا کر سکے۔

مولو، گولو کا پیچھا کرنے لگا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ گولو ایسی جگہ پر تھا جہاں گاجروں کے بہت سے کھیت تھے۔ وہاں کی گاجریں دور سے ہی مولو کو ذائقہ دار لگی تھیں۔ مولو کو سمجھ آ گیا کہ گولو روز یہاں آکے اُس سے چھپ کر گاجریں کھاتا ہے اور اُس سے جھوٹ بولتا رہا۔ اپنے دوست کے دھوکے پہ مولو افسردہ ہو کے خاموشی سے وہاں سے چل دیا۔

اُدھر گولو جس کو پتا ہی نہ چلا کہ آج اُس کے دوست کو اُس کے دھوکے کا پتا چل گیا ہے۔ وہ گاجریں کھانے میں مگن تھا، اتنے میں پیچھے سے کسی نے اُس کے اوپر ایک پنجرہ رکھ دیا جس میں وہ پھنس گیا۔

گولو نے بہت شور مچایا اور نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ مدد مدد پکارنے لگا لیکن ساری کوشش رائیگاں گئی۔ یہ دیکھ کے گولو کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ روتے روتے جب اُس نے دیکھا تو وہ ایک ایسی جگہ پہنچ چکا تھا جہاں اُس کے علاوہ بہت سے جانور تھے لیکن وہ سب بھی اپنے اپنے پنجروں میں قید تھے۔

اب گولو کو احساس ہو رہا تھا کہ اُس نے مولو کو دھوکا دے کر اچھا نہیں کیا اگر آج مولو اُس کے ساتھ ہوتا تو وہ اُس کی مدد ضرور کرتا لیکن اُس نے اپنے دوست سے جھوٹ بولا، اُس کو دھوکا دیا جس کی سزا اُسے آج اس پنجرے میں قید ہو کے مل گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ پچھتانے لگا مگر اب اسے اپنے دوست سے بے وفائی کرنے اور جھوٹ بولنے کی سزا مل چکی تھی۔

☆☆☆

نیک نامی کا قلعہ

سلطان قزل ارسلان سلجوقی کے پاس ایک عظیم قلعہ تھا جو پہاڑوں کے بیچوں بیچ ایسے مقام پر واقع تھا کہ خواہ کیسا دشمن حملہ کرے اس کو سر نہیں کر سکتا تھا۔ اس قلعے کے اندر پانی کے چشمے جاری تھے۔ اس میں مقیم لشکر سالہا سال تک اپنی ضرورتیں پوری کر سکتا تھا اور باہر سے کسی امداد کا محتاج نہ تھا۔ سلطان کو اس قلعے پر بڑا ناز تھا۔ ایک دن سلطان کے دربار میں لوگ قلعے کی تعریفیں کر رہے تھے کہ ایک صاحبِ دل وہاں آ گیا۔ اس نے لوگوں کی باتیں سنیں تو ہنس کر کہا۔ ''بادشاہ سلطان! یہ قلعہ مبارک تو ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ اتنا مضبوط بھی ہے کہ آپ کی حفاظت کر سکے۔ اس قلعے میں آپ جیسے کئی آئے اور چند دن ٹھہر کر رخصت ہو گئے۔ اس قلعے پر بھروسا کرنے کی بجائے خدا کے فضل و کرم پر بھروسا کیجیے۔ اینٹ اور پتھر کا یہ قلعہ ایک دن فنا ہو جائے گا۔ ہاں! اگر کچھ باقی رہ جائے گا تو وہ آپ کا نیک نام ہوگا۔ لوگوں کے ساتھ بھلائی کیجیے اور یاد رکھیے نیک نامی ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جو ہمیشہ آپ کے کام آئے گا۔''

(احور کامران، لاہور)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

منزل کی جستجو میں کیوں بھٹک رہا ہے راہی
اتنا عظیم ہو جا کہ منزل تجھے خود پکارے

☆

جنہیں جستجو سکوں رہی انہیں ساحلوں نے ڈبو دیا
انہیں کوئی بھی موج نہ چھو سکی جو تڑپ کے پار اُتر گئے

(بشریٰ حسینی، کلورکوٹ)

جوانوں کو میری آہِ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پَر دے
خدایا ! آرزو میری یہی ہے
میرا نورِ بصیرت عام کر دے

(ثمران سردار، ساہیوال)

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

(حمزہ لغاری، میاں والی)

نگاہیں نگاہوں میں پیوست کر دوں
میں روشن چیزوں کو بھی مست کر دوں
طنابیں جو کھینچوں زمیں و آسماں کی
میں یہی فاصلے اک بالشت کر دوں

(شازیہ ہاشم، قصور)

اک شجر ایسا محبت کا لگایا جائے
جس کا ہمسائے کے آنگن میں بھی سایہ جائے

(نجم السحر، منڈی بہاؤالدین)

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

(مومنہ عامر حجازی، لاہور)

تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فراز
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

(مقصم الٰہی، شیخوپورہ)

ہم نے گناہ پہ گناہ کیے ، اس نے پکڑ نہ کی
کتنے بلند ہیں حوصلے پروردگار کے

(حفصہ رزاق، خانیوال)

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

☆

دیارِ مغرب کے رہنے والو ! خدا کی بستی دُکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو ، وہ اب زرِ کم عیار ہو گا

(مائرہ شاہد، رائے ونڈ)

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں ، کار کشا ، کار ساز

☆

یقین افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملّت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملّت ہے

☆

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

(ایاز احمد، لاہور)

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کر دے

☆

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

(صبیح الحسن، سیال کوٹ)

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

(عائشہ طالب، گوجرانوالہ)

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میری زندگی کے مقاصد

مریم شفیق، لاہور

میں ڈاکٹر بن کر مریضوں کا مفت علاج کروں گی۔

حافظ محمد حذیفہ، سیالکوٹ

میں بڑا ہو کر عالم بنوں گا اور دین کی خدمت کروں گا۔

افنان بن یوسف، اسلام آباد

میں بڑا ہو کر پائلٹ بنوں گا اور ملک کے سرحدوں کی حفاظت کروں گا۔

محمد ارباب، ملتان

میں بڑا ہو کر فوجی بنوں گا اور ملک وقوم کی خدمت کروں گا۔

ایمل فاطمہ، جہلم

میں بڑی ہو کر ٹیچر بنوں گی اور بچوں کو پڑھاؤں گی۔

صبیح الحسن، سیالکوٹ

میں کرکٹر بن کر پاکستان کا نام روشن کرنا چاہتا ہوں۔

فصیح احمد، راول پنڈی

آرمی آفیسر بنوں گا اور اپنے ملک کی حفاظت کروں گا۔

وردہ رضوان، راول پنڈی

میں بڑی ہو کر اُستانی بنوں گی اور غریب بچوں کو محنت کے ساتھ مفت پڑھاؤں گی۔

ایاز احمد، لاہور

میں ڈاکٹر بن کر اپنے ملک کا نام روشن کروں گا۔

نظیر زہرا، اسلام آباد

میں ٹیچر بن کر اپنے ملک کے بچوں کو پڑھاؤں گی اور ان کا مستقبل روشن کروں گی۔

عدنان عامر، رحیم یار خان

میں بڑا ہو کر فوجی ڈاکٹر بنوں گا اور ملک کا نام روشن کروں گا۔

محمد حارث، خان پور

میں بڑا ہو کر ڈاکٹر بنوں گا اور غریبوں کا مفت علاج کروں گا۔

زہرا امجد، روال پنڈی

میں بڑی ہو کر ایئر فورس میں جا کر اپنے وطن کے لیے شہید ہونا چاہتی ہوں۔

مریم عروج، میاں والی

میں بڑی ہو کر پائلٹ بنوں گی اور اپنے ملک کا نام روشن کروں گی۔

عبدالرحمٰن، لاہور

حافظ قرآن بن کر قرآن کا پیغام دوسروں تک پہنچاؤں گا۔ قرآن کی روشنی سے ظلمات دُور کروں گا۔

ابراہیم اکبر، صادق آباد

میں بڑا ہو کر پائلٹ بنوں گا اور ملک کی خدمت کروں گا۔

عیشل فاطمہ، گوجر خان

میں بڑی ہو کر ڈاکٹر بنوں گی اور غریبوں کا مفت علاج کروں گی۔

عاسل ودیع، لاہور

میں نے انجینئر بن کر ملک وقوم کی خدمت کرنی ہے۔

بنیہ رحمٰن، لاہور

میں ڈاکٹر بن کر اپنے ملک کا نام روشن کروں گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

www.paksociety.com

انسانی زبان

انسانی زبان (Human Tongue) کو عربی میں ''لسان'' اور فارسی میں ''زبان'' یا ''کالبد'' کہا جاتا ہے۔ یہ عضلاتی عضو ہے جو منہ میں نچلی طرف موجود ہے۔ یہ عضو چکھنے، چبانے،

نگلنے، ہاضمے، ذائقے، ٹھنڈا گرم، سختی نرمی محسوس کرنے کے کام آتی ہے۔ زبان کی اوپر والی سطح کو ''Dorsum'' کہتے ہیں۔ جس پر ذائقہ معلوم کرنے والے ٹیسٹ بڈ (Taste Bud) ہوتے ہیں۔ زبان پہ نمی رہتی ہے کیوں کہ لعاب دہن (Saliva) اسے گیلا رکھتا ہے۔ زبان میں خون کی بے شمار نالیاں ہوتی ہیں اور عصب (Nerves) بھی موجود ہیں۔ زبان دانتوں کو بھی صاف رکھتی ہے۔ زبان کا اگلا حصہ ''Oral'' اور پچھلا ''Pharyngeal'' حصہ کہلاتا ہے۔ زبان کے درمیان ہلکی سی گہرائی کو ''Groove'' کہتے ہیں۔ زبان میں ہل جل اور حرکت کی وجہ ''Intrinsic'' اور ''Extrinsic'' آٹھ عضلات ہیں جو زبان کی پوزیشن میں تبدیلی لاتے ہیں۔ انسانی زبان کی اوسط لمبائی 10 سینٹی میٹر ہوتی ہے۔ ''Intrinsic'' عضلات (Muscles) بولنے میں مدد گار ہیں۔ مردانہ زبان کا اوسط وزن 70 گرام اور زنانہ زبان کا اوسط وزن 60 گرام ہوتا ہے۔

سری لنکا

سری لنکا (Sri Lanka) کا مکمل نام ڈیموکریٹک سوشلسٹ آف سری لنکا (Democratic Socialist Republic of Sri Lanka) جب کہ پرانا نام سیلون (Ceylon) ہے۔

یہ جنوبی ایشیاء کا جزیرہ نما ملک ہے جس کا دارالحکومت کولمبو (Colombo) ہے۔ ملک کا رقبہ 65 ہزار 610 مربع کلومیٹر ہے۔ یہ ملک 4 فروری 1948ء کو دُنیا کے نقشے پر اُبھرا۔ اس ملک کی سرکاری زبان تامل اور سنہالی ہیں۔ یہاں صدارتی نظام رائج ہے۔ یہاں کی سرکاری کرنسی سری لنکن روپیہ ہے۔ یہاں پر بھی بارشوں کا زیادہ انحصار مون سون ہواؤں پر ہے۔ گو کہ یہ چھوٹا سا ملک ہے لیکن جنگلی حیات اور جنگلات کے حوالے سے سری لنکا پر قدرت مہربان ہے۔ یہاں پائے جانے والے جانور اور پودے ایسے بھی ہیں جو دُنیا میں نہیں۔ سری لنکا کے 9 صوبے ہیں جن میں نارتھ سنٹرل رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے۔ یہ آبادی کے اعتبار سے دُنیا کا 57 واں بڑا ملک ہے۔ یہاں 70 فی صد آبادی بدھ مت مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ ہندو قوم کے بعد

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مسلمان تیسری بڑی تعداد میں ہیں۔ سری لنکا کے پرچم پر شیر بنا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں تلوار ہے۔

گلین ٹی سی بورگ

گلین ٹی سی بورگ (Glenn T. Seaborg) ایک مشہورِ زمانہ امریکی کیمیا دان تھے۔ آپ نے 1951ء میں کیمیا کا نوبل ایوارڈ حاصل کیا کیوں کہ آپ نے پلوٹونیم سمیت 10 تابکار (Radioactive) مادوں و عناصر کو دریافت کیا۔ آپ 19 اپریل 1912ء کو مشی گن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام ''Herman'' اور والدہ کا نام ''Selma Olivia'' تھا۔ آپ کی ایک بہن ''Jeanette'' بھی تھی جو دو برس چھوٹی تھی۔ گلین

بورگ کو سائنس سے بوریت پیدا ہوتی تھی لیکن اپنے سائنس ٹیچر جن کا نام ''D.L.Reid'' تھا، اُن کی شخصیت سے متاثر ہو کر سائنس خاص کر کیمسٹری (Chemistry) کی طرف راغب ہوئے۔ آپ نے 1933ء میں لاس اینجلس، یونیورسٹی آف کیلی فورنیا سے کیمیا میں ڈگری حاصل کی جب کہ 1937ء میں پی ایچ ڈی بھی کر لی۔ آپ کو تابکاری (Radioactivity) کے معاملے سے خاص دل چسپی تھی، چناں چہ اس میدان میں تحقیق کے دوران کئی تابکار عناصر دریافت کر ڈالے۔ آپ نے 1958ء سے 1961ء تک یونیورسٹی آف کیلی فورنیا، برکلے (Berkeley) کے چانسلر کی حیثیت سے کام کیا۔ اسی طرح 1961ء سے 1971ء تک اٹامک انرجی کمیشن، امریکہ کے چیئرمین رہے۔ ''Helen Griggs'' نامی خاتون سے 1942ء میں شادی کی۔ آپ 25 فروری 1999ء کو وفات پا گئے۔

چکن گونیا

چکن گونیا (CHIKUNGUNYA) وائرس کی وجہ سے پیدا ہونے والے بخار کا نام ہے۔ یہ وبا کی صورت میں پھیلتا ہے اور بچے بڑے کا لحاظ نہیں کرتا۔ ابتدائی طور پر یہ وائرس افریقی ممالک سے

رپورٹ ہوا جو مچھر کے کاٹنے سے انسانوں کو منتقل ہوتا ہے۔ چکن گونیا دونوں وائرس اور بخار کے لیے پکارا جاتا ہے۔ یہ افریقی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے ''جھکا ہوا'' یا ''ٹوٹا ٹوٹا''۔ اس بخار میں جسم کا انگ انگ ٹوٹتا محسوس ہوتا ہے۔ یہ بخار سب سے پہلے تنزانیہ کے علاقے ''Newala'' کے لوگوں میں پھیلا۔ یہ وائرس ڈینگی جیسی شکل کے مچھر ''Aedes'' سے ملتا جلتا ہے۔ یہ مچھر دن کو کاٹتا ہے۔ افریقہ کے علاوہ بھارت، اٹلی، فرانس، امریکہ، کروشیا، ویسٹ انڈیز، کینیڈا اور پاکستان میں بھی یہ بخار پھیل چکا ہے۔ مچھر کے کاٹنے سے 3 سے 7 دن میں بخار اور جوڑوں (Joints) میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ جسے چکن گونیا ہو جائے، زندگی میں دوبارہ نہیں ہوتا۔ اس مچھر کا نام ''Aedes Albopictus'' ہے جو وائرس کو انسانی خون میں منتقل کر دیتا ہے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ف	ا	ر	و	ق	ح	غ	ض	د	پ
ط	ر	ع	ن	ب	ص	ک	خ	ش	ء
خ	ی	ا	ض	م	ی	د	ن	ر	خ
ل	ش	ڑ	س	ث	ن	ض	س	ا	ث
ع	ب	ص	ر	ا	ع	ج	ا	ز	ظ
م	و	ظ	ف	ء	ب	گ	ر	ہ	م
ر	ن	چ	ش	ع	ی	ب	و	غ	ا
ا	ہ	گ	م	ط	ڈ	ق	ظ	ت	ک
ن	ر	و	ا	خ	ے	ش	ن	ذ	م
ص	ٹ	گ	و	پ	ف	ژ	م	چ	ل

آپ نے حروف ملا کر دس نام تلاش کرنے ہیں۔ آپ ان ناموں کو دائیں سے بائیں، بائیں سے دائیں، اُوپر سے نیچے اور نیچے سے اُوپر تلاش کر سکتے ہیں۔ آپ کے پاس وقت دس منٹ کا ہے۔ جن ناموں کو آپ نے تلاش کرنا ہے وہ یہ ہیں:

ندیم، اکمل، بشیر، خاور، شعیب، ارشد، اعجاز، فاروق، عمران، منظور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

محاورہ کہانی

زبیدہ سلطانہ

گھاس نہ ڈالنا

طارق اسکول سے آتے ہی اپنے پالتو بکرے کو دیکھنے گیا جو صحن کے کونے میں کھونٹی سے بندھا تھا۔ طارق کو اس سے بے حد محبت اور انسیت تھی۔

''امی! بکرے کو کسی نے گھاس نہیں ڈالی نا؟

طارق نے محسوس کیا کہ بکرا بھوکا ہے کیوں کہ وہ اسے دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور منمنانے لگا تھا۔ طارق کی بات سن کر اس کے ابا جو کمرے میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، ہنس کر بولے:

''ارے بھئی تم بکرے کی بات کر رہے ہو، اس گھر میں کوئی کسی کو گھاس نہیں ڈالتا۔ ایک ہمیں ہی دیکھ لو، ڈیڑھ گھنٹے سے آئے بیٹھے ہیں۔ تمہاری امی اپنی سلائی میں مگن ہیں، ہمیں بھی گھاس نہیں ڈالی۔''

ابو کی اس بات پر طارق بے اختیار ہنسنے لگا۔ اس کی امی کچھ شرمندہ سی ہو کر بولیں:

''حد کرتے ہیں آپ بھی، کیسی باتیں کرتے ہیں!''

''بھئی کسی کی طرف کچھ توجہ کرنا، گھر آنے پر خیر خیریت پوچھنا، کوئی ضرورت پوچھنا بھی ایسا ہی ہے جیسے طارق کے بکرے کو گھاس ڈالنا مگر آپ نے اس بے چارے پر توجہ ہی نہیں کی اور اسی طرح ہماری طرف بھی کچھ دھیان نہیں دیا، تو پھر اس کو یہی کہیں گے نا کہ آپ کسی کو گھاس تک نہیں ڈالتیں؟''

بات ہنسی ہنسی میں ٹل گئی مگر بچو! آپ یاد رکھیں کہ کسی کی بے توجہی اور سرد رویے کو دیکھ کر لوگ یہ فقرہ محاورے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

☆☆☆

(بقیہ: آپ بھی لکھیے)

محنت کرتا تھا۔'' یہ بتا کر چھوٹو رونے لگا۔ دانیال پریشان ہو گیا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے امی ابو کہاں ہوتے ہیں اور رہتے کہاں ہو تم؟ چھوٹو نے بتایا کہ میرا گھر فٹ پاتھ ہے اور امی ابو جیسی نعمت میرے پاس نہیں ہے لیکن میں پھر بھی ہر وقت اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔

دانیال نے حیرت سے پوچھا۔ ''کیسی نعمتیں؟'' چھوٹو نے ایک ٹانگوں سے معذور لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ چھوٹو کی باتیں سن کر دانیال سوچ میں پڑ گیا کہ مجھ سے چھوٹے لڑکے کو کتنی سمجھ ہے، اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ کتنا ناشکرا ہے۔

شام کو جب دانیال کی امی نے میز پر کھانے پینے کی چیزیں لگائیں تو بیٹے کو مسکرا کر بولی۔ ''بیٹا دانیال! آج تمہاری خواہش پوری ہو گئی۔ آج اتنی ساری کھانے کی چیزیں موجود ہیں اور وہ بھی سب تمہاری پسند کی۔ دانیال نے ماں سے کہا۔ ''نہیں امی، مجھے معاف کر دیں، آج مجھے احساس ہوا ہے کہ میں کتنا ناشکرا تھا۔ اللہ پاک نے ہمیں کبھی فاقہ نہیں کرایا اور بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ آج کے بعد میں اللہ کی ناشکری نہیں کروں گا۔

(پانچواں انعام: 95 روپے کی کتب)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کچھ لوگ خوش قسمت پیدا ہوتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں درست ہو جاتا ہے۔ مٹی میں ہاتھ ڈالیں تو وہ بھی سونا بن جاتی ہے۔ ان کی اُلٹی چال بھی سیدھی پڑتی ہے۔ دُنیا ان کے متعلق کیا سوچتی ہے، وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ صرف اپنے متعلق سوچتے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک خوش قسمت حسن تھا۔ اس نے مسلسل سات برس ایک امیر زمیندار کے ہاں ملازمت کی۔ اس دوران وہ ایک بار بھی اپنے گھر واپس نہیں گیا اور نہ ہی اپنی ماں سے ملا۔ آخرکار ایک دن وہ اپنے مالک زمیندار سے کہنے لگا۔

''میرے آقا! میں نے مسلسل سات سال آپ کی خدمت کی ہے لیکن اب میرا دل اپنی ماں اور اپنے گاؤں کے لیے اُداس ہو گیا ہے۔ اب مجھے چھٹی چاہیے۔ میں اپنے گھر جا کر اپنی بوڑھی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے اجازت دیجیے۔''

زمیندار نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

''حسن! تم ایک وفادار اور محنتی ملازم ہو، تم اب اپنے گاؤں جا سکتے ہو۔ میں تمہیں تمہاری سات سال کی تنخواہ اور اس کے ساتھ انعام بھی دوں گا۔''

اس کے بعد اس نے تنخواہ کے ساتھ ساتھ ایک بڑی رقم انعام کے طور پر حسن کو ادا کی۔ اس وقت کاغذی کرنسی کا رواج نہیں تھا، اس لیے حسن کو یہ ساری رقم چاندی کی اشرفیوں کی صورت میں ملی۔ یہ سکّے اتنے زیادہ تھے کہ ان سے ایک بہت بڑی تھیلی بھر گئی۔ حسن نے یہ تھیلی اپنے کندھے پر لادی اور مالک کو خداحافظ کہہ کر اپنے گاؤں کے راستے پر ہو لیا۔ وہ پیدل ہی آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ اس کے پاس کوئی سواری نہ تھی۔ دوپہر تک وہ چلتا رہا مگر پھر سکّوں والی تھیلی کے وزن کے باعث اس سے چلنا دوبھر ہو گیا۔ اس کی رفتار بہت دھیمی ہو گئی تھی۔ وہ بُری طرح تھک چکا تھا۔ اب وہ سکّوں والی تھیلی کو کبھی ایک کندھے پر تو کبھی دوسرے کندھے پر اُٹھاتا۔ آخر تھک ہار کر وہ ایک برگد کے درخت کے نیچے ستانے کے لیے بیٹھ گیا۔

ابھی اسے بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اسے سامنے سے ایک گھڑ سوار آتا نظر آیا۔ وہ ایک بہت عمدہ اور خوب صورت گھوڑے پر سوار تھا۔ اسے دیکھتے ہی تھکا ماندا حسن بے ساختہ بول اُٹھا۔

''ارے واہ..... گھوڑے کی سواری کتنی آرام دہ ہے۔ کاش! میرے پاس بھی ایک گھوڑا ہوتا جس پر بیٹھ کر میں بہت آسانی سے اپنے گھر پہنچ سکتا تھا۔ اس طرح مجھے جنگل کے ان اونچے نیچے، ٹیڑھے میڑھے پتھریلے راستوں پر بھی نہیں چلنا پڑتا اور میں جلدی اپنے گھر اپنی ماں تک پہنچ جاتا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

حسن نے یہ ساری باتیں بلند آواز میں نہیں کی تھیں مگر گھڑ سوار نے اس کی بات سن لی۔ وہ اس کے قریب آ کر رُک گیا اور بولا۔

''میرے دوست تم پیدل کیوں سفر کر رہے ہو اور تمہارے سر پر یہ بوجھ کیسا ہے؟''

حسن ایک آہ بھر کر بولا۔

''کیا بتاؤں دوست..... مجھے اس وزنی تھیلی کو اُٹھانا پڑ رہا ہے۔ اس میں صرف چاندی کے سکّے ہیں ہے مگر پھر بھی اس کا وزن اتنا زیادہ ہے کہ اب اس کو کندھے یا سر پر اُٹھا کر مزید سفر کرنا میرے لیے محال ہے۔ میرے کندھے بُری طرح دُکھ رہے ہیں۔''

چاندی کے سکّوں کا ذکر سن کر گھڑ سوار کے دل میں لالچ آ گیا اور وہ ہمدردانہ لہجہ بنا کر بولا۔

''نوجوان..... تم اپنا یہ بوجھ مجھے کیوں نہیں دے دیتے۔ اس کے بدلے تم میرا گھوڑا لے جاؤ۔ اس طرح تم یہ بوجھ اُٹھانے سے بچ جاؤ گے۔''

''اگر میں نے تمہارا گھوڑا لے لیا تو پھر تم پیدل ہو جاؤ گے اور تمہیں اس تھیلی کا بوجھ اُٹھانا پڑے گا۔'' سادہ لوح حسن فکر مند ہو کر بولا۔

''تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمہاری خاطر پیدل بھی چل لوں گا اور یہ بوجھ بھی اُٹھا لوں گا۔'' شاطر گھڑ سوار مسکراتے ہوئے بولا۔

''ارے واہ..... یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تم تو بہت رحم دل انسان ہو۔'' حسن خوشی سے اُچھل پڑا۔

''بس اب تم آرام سے میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور یہ تھیلی مجھے دے دو۔'' یہ کہتے ہوئے وہ گھڑ سوار خود گھوڑے سے نیچے اُتر گیا اور سہارا دے کر حسن کو گھوڑے پر سوار ہونے میں مدد دینے لگا۔ اس نے گھوڑے کی باگیں حسن کے ہاتھ میں دے دیں اور خود حسن کی رقم والی تھیلی اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھتے ہوئے بولا۔

''نوجوان..... جب تمہارا دل گھوڑے کو تیز دوڑانے کو چاہے تو اپنی ایڑی سے گھوڑے کی پسلی کو دبا دینا۔'' یہ کہہ کر وہ آدمی چاندی کے سکّوں والی تھیلی کندھے پر رکھ کر ایک طرف کو ہو لیا۔

حسن گھوڑے پر سوار ہو کر بہت خوش تھا۔ وہ تن کر گھوڑے پر بیٹھ گیا اور خوش ہو کر سیٹی بجانے اور گنگنانے لگا۔ گھوڑا دلکی چال چل رہا تھا۔ حسن پیدل چلنے کی مصیبت سے بچ گیا تھا اور اپنے آپ کو بہت زیادہ خوش قسمت سمجھ رہا تھا۔ کچھ دُور جانے کے بعد اس نے سوچا کہ مجھے گھوڑے کی رفتار بڑھانی چاہیے تا کہ جلدی اپنے گھر پہنچ سکوں۔ رفتار بڑھانے کے لیے جونہی اس نے گھڑ سوار کی ہدایت کے مطابق ایڑ لگائی تو گھوڑا ایک دم ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ وہ انتہائی تیز رفتاری سے بھاگنے لگا تھا۔ وہ اتنا تیز دوڑ رہا تھا کہ حسن اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور دھڑام سے پیٹھ کے بل زمین پر آن گرا۔

کچھ ہی دُور ایک چرواہا اپنی گائے کو چراتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔ اگر وہ آگے بڑھ کر گھوڑے کو نہ روکتا تو وہ نہ جانے کس طرف نکل جاتا۔ حسن جلد ہی سنبھل گیا اور اپنی چوٹوں کو سہلاتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا اور چرواہے سے کہنے لگا۔

''گھڑ سواری بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ اس طرح کے وحشی جانور سے گر کر گردن کی ہڈی کا نہ ٹوٹنا خوش قسمتی ہی ہے۔ میں اس جنگلی جانور کو اب اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا۔ دیکھو! اس نے میرے لباس کا بھی ستیاناس کر دیا ہے۔ اس سے اچھی تو تمہاری گائے ہے۔ کتنی پُرسکون اور خاموش طبع ہے۔''

چرواہا حسن کو اور اس کے گھوڑے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''اگر یہ گائے تمہیں اتنی ہی پسند ہے تو میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔ تم اپنا گھوڑا مجھے دے دو اور بدلے میں میری گائے تم لے لو حالاں کہ اس میں مجھے نقصان ہی ہے لیکن مجھے تم پر ترس آ رہا ہے۔''

اس چرواہے کی یہ بات سن کر حسن خوش ہو گیا اور کہنے لگا۔

''اے نیک دل دوست..... تمہارا بہت شکریہ! میں بھی اب اس جنگلی جانور کو اپنے ساتھ رکھنے کو تیار نہیں یہ تو مجھے زخمی ہی کر دے گا۔ مجھے ایسی خطرناک چیزیں پسند نہیں۔ مجھے تو تمہاری یہ پُرسکون سی گائے ہی پسند ہے۔''

چرواہے نے فوراً اپنی گائے کی رسّی حسن کے ہاتھ میں تھمائی اور خود اُچھل کر ماہر گھڑ سوار کی مانند گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے دوڑاتا ہوا ایک طرف کو غائب ہو گیا۔ حسن نے اپنا لباس جھاڑا، چہرے کو صاف کیا۔ کچھ دیر ایک درخت کے نیچے آرام کیا اور پھر گائے کی رسّی تھام کر خراماں خراماں چلنے لگا اور سوچنے لگا۔

''کتنا رحم دل انسان تھا یہ جس نے اس وحشی گھوڑے کے بدلے مجھے یہ نرم مزاج گائے دے دی۔ میں بہت خوش قسمت

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہوں کہ یہ گائے مل گئی۔ اب مجھے صرف روٹی کی فکر کرنی پڑے گی۔ گھی، مکھن اور پنیر تو مجھے اس گائے سے ہی مل جائے گا اور جب پیاس لگے گی تو اس کا دودھ پی لیا کروں گا۔ اب اس سے زیادہ مجھے اور کیا چاہیے۔''

یہی سب سوچتے سوچتے وہ سفر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور رات سر پر آ گئی۔ وہ چلتے چلتے ایک سرائے میں پہنچا تو رات گزارنے کے لیے وہاں رُک گیا۔ اس کی جیب میں جو چند بچے کھچے سکّے تھے، اس کا اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔

رات اس سرائے میں گزارنے کے بعد صبح وہ دوبارہ اپنے سفر کے لیے تیار ہوگیا۔ جیب میں اب ایک پھوٹی کوڑی بھی باقی نہ تھی، اس لیے وہ بھوکا پیاسا ہی گائے کو لے کر اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ چلتے چلتے دوپہر ہوگئی۔ دھوپ بہت تیز تھی اور اسے گرمی بھی لگ رہی تھی۔ وہ پیاس سے بے حال تھا۔ زبان تالو سے چپک رہی تھی۔ دُور دُور تک کہیں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔

''میرا خیال ہے مجھے پانی تلاش کرنے کی بجائے گائے کا دودھ نکال کر پی لینا چاہیے۔'' یہ سوچ کر اس نے گائے کو ایک درخت کے تنے کے ساتھ باندھ دیا۔ برتن تو اس کے پاس تھا نہیں، اس لیے اس نے اپنے سر سے ٹوپی اُتاری اور اس میں گائے کا دودھ نکالنے کی کوشش کرنے لگا مگر دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ حسن پریشان ہوگیا۔ وہ تو گائے کو دودھ، پنیر اور مکھن کے لیے لے کر آیا تھا مگر یہاں تو دودھ کا ایک قطرہ ملنا بھی محال تھا۔ حسن نے کبھی گائے کا دودھ نہیں دوہا تھا، اس لیے وہ بڑے بے ڈھنگے انداز میں پھوہڑ پن سے دودھ دوہنے کی کوشش کرتا رہا۔ گائے بھی اس کی اس حرکت پر سیخ پا ہوگئی اور تنگ آ کر اس نے ایک زوردار لات حسن کے سر پر دے ماری۔ وہ لڑھک کر دُور جا گرا اور کافی دیر بے حس وحرکت زمین پر پڑا رہا۔ خوش قسمتی سے ایک قصاب وہاں سے گزر رہا تھا جو کہیں سے ایک بکرا خرید کر لا رہا تھا۔ وہ حسن کو بے ہوش پڑا دیکھ کر پریشان ہوگیا، لپک کر اس کے قریب آیا اور اسے بمشکل ہوش میں لایا۔ جب حسن نے آنکھیں کھولیں تو وہ پوچھنے لگا۔

''اے اجنبی..... تمہارے ساتھ کیا ماجرا ہوا ہے۔ تم اس طرح یہاں بے ہوش کیوں پڑے ہو؟''

جواب میں حسن نے اسے اپنی ساری کہانی سنا دی۔ قصاب نے اپنے گلے میں لٹکی پانی کی بوتل سے اسے پانی پلایا اور بولا۔

''یہ پانی پیو اور تازہ دم ہو جاؤ۔'' پھر وہ اس کی گائے کے قریب گیا اور اسے بغور دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے دوست تمہاری یہ گائے اب اس قابل نہیں کہ دودھ دے سکے، یہ بہت بوڑھی ہو چکی ہے۔ اسے خریدنے سے پہلے شاید تم نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا۔ اب یہ صرف اسی کام آسکتی ہے کہ اس کو ذبح کر کے اور اس کا گوشت کاٹ کر بازار میں فروخت کر دیا جائے۔''

قصاب کی یہ بات سن کر حسن افسردہ ہوگیا اور کہنے لگا۔

''کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ شخص دھوکے سے میرا اتنا قیمتی گھوڑا لے گیا اور مجھے یہ بوڑھی مریل گائے دے گیا۔ اب اسے ذبح کرتے ہوئے بھی مجھے افسوس ہوگا۔ ویسے بھی گائے کا گوشت مجھے پسند نہیں ہے، مجھے تو صرف بکرے کا گوشت پسند ہے۔ ایسے ہی موٹے تازے بکرے کا جیسا تم اپنے ساتھ لیے پھر رہے ہو بکرے کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے۔''

''اگر تمہیں یہی بکرا پسند ہے تو میں تمہاری مدد ضرور کروں گا۔ مجھے تم پر اور تمہاری حالت پر ترس آ رہا ہے۔ میں تمہاری اس مریل بوڑھی گائے کے بدلے اپنا یہ موٹا تازہ فربہ بکرا تمہیں دے سکتا ہوں۔ میں نے تو گوشت ہی فروخت کرنا ہے، بکرے کا نہ سہی گائے کا ہی سہی۔'' قصاب بولا۔

''خدا تمہیں خوش رکھے۔'' حسن خوش ہو کر بولا اور اس نے گائے کی رسّی کھول کر قصاب کے ہاتھ میں تھما دی اور خود اس سے بکرا لے لیا۔ اس کے بعد حسن قصاب کو خدا حافظ کہہ کر بکرے کی رسّی تھامے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ اب اسے ہر چیز اچھی محسوس ہو رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے وہ اپنے آپ کو ایک بدقسمت انسان سمجھ رہا تھا مگر اب اسے اپنی خوش قسمتی پر ناز ہو رہا تھا کہ اسے بوڑھی مریل گائے کے بدلے اتنی آسانی سے ایک موٹا تازہ بکرا مل گیا ہے۔ ابھی وہ کچھ ہی دُور گیا تھا کہ اسے سامنے سے ایک دیہاتی آتا نظر آیا جس نے ایک بہت بڑی بطخ اُٹھا رکھی تھی۔ حسن کے قریب پہنچ کر وہ دیہاتی رُک گیا اور اس سے وقت پوچھنے لگا۔ یہاں سے ان کی گفت گو شروع ہوگئی۔ وہ دیہاتی حسن سے پوچھنے لگا۔ (باقی آئندہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ذہانت آزمائیں اور 500 روپے کی کتابوں کا انعام پائیں۔

مس نورین ایک قابل اور ذہین استاد ہیں۔ ان کے پڑھانے کا طریقہ اور انداز بہت منفرد ہوتا ہے۔ چوں کہ وہ ریاضی کا مضمون پڑھاتی ہیں لہٰذا وہ کھیل ہی کھیل اور باتوں ہی باتوں میں مشکل سوالات اور فارمولے سمجھا دیتی ہیں۔ اس سال بھی انہیں ''بیسٹ ٹیچر'' کا ایوارڈ ملا ہے۔ بلکہ ان کے بچے منٹوں میں ہر سوال کا جواب دے ڈالتے ہیں۔ مس نورین انہیں ذہنی ورزش کراتی رہتی ہیں۔ لہٰذا بچے رٹا نہیں لگاتے۔ پیارے بچو! رٹا لگانا تو بہت بری چیز ہے۔ ہر بات کو اچھی طرح سمجھ کر یاد کرنا اور عملی طور پر مشق کرنا ہی اصل قابلیت ہے۔ یہ مس نورین کی ریاضی کی کلاس ہو رہی ہے۔ آیئے آپ کو ان کی کلاس میں لے چلتے ہیں۔

مس نورین نے بچوں سے ایک سوال کیا آپ بھی سنیے!

''پیارے بچو! مسٹر اور مسز ندیم کے پانچ بیٹے ہیں اور ہر بیٹے کی ایک بہن ہے۔ بتایئے ان کے خاندان میں کل کتنے افراد ہیں۔'' تمام بچوں نے فوراً ہاتھ کر دیئے۔ اس کا مطلب ہوا کہ سب بچوں کو اس سوال کا جواب آتا ہے۔ آپ بھی تھوڑا سا ذہن پر زور ڈالیں اور ہمیں جواب لکھ بھیجے۔

پیارے بچو! جنوری 2017ء کے کھوج لگایئے کا جواب ہے: ''مہندی''

اس ماہ بے شمار ساتھیوں کے درست حل موصول ہوئے۔ ان میں سے پانچ ساتھیوں کو بذریعہ قرعہ اندازی انعامات دیئے جا رہے ہیں۔

1- سحر جاوید، سیال کوٹ	2- دانش علی، حویلی لکھا	3- مدثر طاہر، راول پنڈی
4- مصباح بی بی، ایبٹ آباد	5- شفاء اعزاز، اسلام آباد	

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بھول بھلکڑ

کسی جنگل میں ایک ننھا منا ہاتھی رہا کرتا تھا۔ اس کا نام تھا جگنو۔ میاں جگنو ویسے تو بڑے اچھے تھے۔ ننھی سی سونڈ، ننھی سی دُم اور ..... اور بوٹا سا قد، بڑے ہنس مکھ اور یاروں کے یار مگر خرابی یہ تھی کہ ذرا دماغ کے کمزور تھے۔ بس کوئی بات یاد نہیں رہتی تھی۔ امی جان کسی بات کو منع کرتیں تو ڈر کے مارے ہاں تو کر لیتے مگر پھر تھوڑی ہی دیر بعد بالکل بھول جاتے اور اس بات کو پھر کرنے لگتے۔ ابا جان پریشان تھے تو امی جان عاجز۔ تمام ساتھی میاں جگنو کا مذاق اُڑاتے اور انہیں ''بھول بھلکڑ'' کہا کرتے۔

ابا جان میاں جگنو کا کان زور سے اینٹھ کر کہتے۔ ''دیکھو بھئی جگنو، تم نے تو بالکل ہی حد کردی۔ بھلا ایسا بھی دماغ کیا کہ کوئی بات یاد ہی نہ رہے۔ تم باتوں کو یاد رکھنے کی کوشش کیا کرو۔ ہاتھی کی قوم تو بڑی تیز دماغ ہوتی ہے۔ برس ہا برس کی باتیں نہیں بھولتیں مگر خدا جانے تم کس طرح کے ہاتھی ہو۔ اگر تمہاری یہی حالت رہی تو تم سارے خاندان کی ناک کٹوا دو گے۔''

جگنو میاں جلدی سے اپنی ننھی سی سونڈ پر ہاتھ پھیرتے اور سر ہلا کر کہتے۔ ''ابا جان! اب کے تو معاف کر دیجیے۔ آئندہ میں ضرور باتیں یاد رکھنے کی کوشش کروں گا۔'' مگر یہ ہمیشہ کی طرح بھول جاتے اور اپنی کرنی سے باز نہ آتے۔ اور بھئی! بات یہ ہے کہ دُنیا میں اتنی بہت سی تو باتیں ہیں۔ بھلا کوئی کہاں تک یاد رکھے، اونہہ!

اب مثلاً تمام ہاتھی بن مانسوں سے نفرت کرتے تھے کیوں کہ آج سے سو برس پہلے کسی بن مانس نے ایک بڑا سا ناریل کسی ہاتھی کے منہ پر دے مارا تھا۔ اس دن سے تمام ہاتھی بن مانسوں کے دشمن ہوگئے۔ یہ بات جگنو کو بہت سے ہاتھیوں نے سمجھائی تھی مگر میاں جگنو تو تھے ہی بھول بھلکڑ۔ کئی بار کان پکڑ کر توبہ کی کہ اب بن مانسوں کے بچوں کے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔ کھیلنا کیسا ان کی صورت بھی نہیں دیکھوں گا۔ مگر دوسرے ہی دن ساری توبہ بھول جاتے اور پھر ان کے ساتھ کبڈی کھیلنا شروع کر دیتے۔

ہاتھیوں کے دوسرے دشمن طوطے تھے۔ ہاتھی ان سے بھی بڑی نفرت کرتے تھے۔ بات یہ تھی کہ ایک دفعہ کوئی ہاتھی بیمار ہوگیا۔ اس لیے ہاتھیوں نے طوطوں سے کہا کہ شور مت مچایا کرو۔ اس سے مریض کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے مگر توبہ! وہ طوطے ہی کیا جو ٹیں ٹیں کر کے آسمان سر پر نہ اُٹھالیں۔ اس دن سے ہاتھی طوطوں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بھی بیر رکھنے لگے۔ وہ تو کہو ان کے بس کی بات نہیں تھی، ورنہ انہوں نے تو کبھی کی ان کی چٹنی بنا کر رکھ دی ہوتی۔ جگنو کے ماں باپ اور یار دوستوں نے اسے یہ بات بھی کئی مرتبہ بتائی تھی اور کہا تھا کہ طوطوں سے ہماری لڑائی ہے۔ تم بھی ان سے بات مت کیا کرو مگر میاں جگنو بن مانس والی بات کی طرح یہ بات بھی بھول جاتے اور طوطوں کو اپنی پیٹھ پر چڑھا کر سارے جنگل میں کودے کودے پھرتے۔

میاں جگنو کی یہ حرکتیں دیکھ کر ہاتھیوں نے اس سے بول چال بند کردی۔ بڑے بڑے ہاتھیوں نے کہا۔ ''جگنو کا حافظہ اتنا خراب ہے کہ کسی کی دوستی اور دشمنی کو نہیں سمجھتا، بھلا یہ کسی سے دشمنی کیا کر سکے گا۔''

تمام ہاتھی اس کو بے وقوف کہہ کہہ کر چڑاتے اور اس پر پھبتیاں کستے مگر جگنو کو کسی کی پروا نہیں تھی۔ وہ اتنا سیدھا سادا اور نیک دل تھا کہ وہ ان کے مذاق سے بالکل بُرا نہ مانتا تھا اور پھر اس کا حافظہ بھی تو کمزور تھا۔ اسے یاد ہی نہیں رہتا تھا کہ کون دوست ہے کون دشمن۔ کون سی بات اچھی ہے، کون سی بُری۔

ایک دن ایک بڑا ہی خوف ناک واقعہ پیش آیا۔ جگنو جنگل میں ٹہلتا پھر رہا تھا کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ایک دم زمین پھٹ گئی اور وہ اس میں سما گیا۔ اصل میں شکاریوں نے یہ گڑھا کھود کر اس کے اوپر گھاس پھونس ڈھانپ دیا تھا تاکہ ہاتھی اس کے اوپر سے گزریں تو نیچے گر پڑیں اور پھر وہ انہیں پکڑ لیں۔ قسمت کی بات، میاں جگنو ہی کی شامت آگئی.....!

ایک دم اوپر سے گرنے سے میاں جگنو کے بہت چوٹ آئی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو اس کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ یہ ہوا کیا۔ آخر جب اس نے آنکھیں ملیں اور اِدھر اُدھر دیکھا تو پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک گہرے گڑھے میں گر پڑا ہے۔ اب تو اس کی جان نکل گئی۔ اس نے پیر پٹک پٹک کر اور اِدھر اُدھر ٹکریں مار مار کر لاکھ کوشش کی کہ کسی طرح گڑھے سے نکل جائے مگر کچھ بن نہ پڑی۔ بے چارے نے ہر طرف سے مایوس ہو کر زور سے چنگھاڑنا شروع کر دیا۔ ابا ابا! اماں اماں! دوڑو دوڑو۔

جگنو کی چیخیں سن کر جنگل کے تمام ہاتھی دوڑ پڑے اور گڑھے کے پاس کھڑے ہو کر نیچے دیکھنے لگے۔ جگنو نے چیخ کر کہا۔

''میں ہوں جگنو، اس گڑھے میں پڑا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے یہاں سے نکالو۔''

اس کے ماں باپ نے نیچے جھک کر اسے دیکھا۔ چند بڑے بوڑھے ہاتھی بھی اس کے پاس آگئے۔ سب کے سب پریشان تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ جگنو کو اس مصیبت سے کس طرح نجات دلائیں۔ انہیں خاموش دیکھ کر جگنو کا دل بیٹھ گیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا۔

''تم مجھے یہاں سے نہیں نکال سکتے؟ میری کوئی مدد نہیں کر سکتا؟ اُف میں کیا کروں؟''

سب ہاتھیوں نے مایوسی سے سر ہلایا اور آہستہ آہستہ چلے گئے۔ چلتے وقت اس کی ماں نے کہا۔ ''جگنو! گھبرانا مت، ہم تمہارے لیے کھانا لے کر آتے ہیں۔'' مگر جگنو کو کھانے کی ضرورت نہ تھی۔ اس گڑھے سے نکلنا چاہتا تھا۔

ہاتھی چلے گئے تو اس نے ایک گہری سانس لی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اچانک اسے سر پر بہت سے پَروں کے پھڑپھڑانے کی آواز آئی۔ اس نے سر اُٹھا کر دیکھا تو رنگ برنگے طوطے نظر آئے۔ یہ سب اس کے دوست تھے، جنہیں وہ اپنی پیٹھ پر چڑھا کر جنگل کی سیر کراتا تھا۔ کچھ طوطے گڑھے پر آکر بولے۔

''جگنو! گھبراؤ نہیں، ہم انہیں اس مصیبت سے چھٹکارا دلاتے ہیں۔ خاطر جمع رکھو۔''

یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور پھر جگنو نے سنا کہ طوطے بن مانسوں کو آوازیں دے رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد طوطے بہت سے بن مانسوں کو لے کر آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں انگوروں کی لمبی لمبی رسیوں جیسی بیلیں تھیں۔ انہوں نے بیلوں کے سرے گڑھے میں لٹکا دیئے اور کچھ بن مانس ان کے ذریعے گڑھے میں اُتر گئے۔ جگنو انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اب اسے باہر نکلنے کی کچھ اُمید ہوگئی تھی۔ ہنس کر بولا۔ ''میرے دوستو! کیا تم مجھے باہر نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟''

بن مانس بولے۔ ''کیوں نہیں۔ ضرور! خدا نے چاہا تو ابھی ابھی ہم تمہیں اوپر کھینچ لیں گے۔ اگر کوئی اور ہاتھی ہوتا تو ہم ذرا بھی پروا نہ کرتے کیونکہ وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں مگر تمہاری بات دوسری ہے۔ تم ہمارے دوست ہو اور دوست کی مدد کرنا دوست کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

فرض ہے۔ لو اب ذرا تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ تاکہ ہم تمہیں ان رسیوں سے باندھ دیں۔''

جگنو کھڑا ہوگیا اور بن مانسوں نے اسے رسیوں سے خوب جکڑ دیا۔ پھر وہ ان تمام رسیوں (بیلوں) کو لے کر گڑھے سے باہر چلے گئے اور انہیں سب کو بٹ کر ایک موٹی سی رسّی بنا لی۔ پھر ایک بن مانس زور سے بولا۔ ''ہوشیار، خبردار!''

سب کے سب بن مانسوں نے رسّی کو مضبوطی سے تھام لیا اور تن کر کھڑے ہوگئے۔ اسی بن مانس نے پھر کہا۔ ''کھینچو! ایک ساتھ۔''

اب سارے بن مانس رسّی کو پوری طاقت سے کھینچنے لگے۔ ایک زور کے جھٹکے کے ساتھ جگنو کے پیر ایک دم زمین سے اُٹھ گئے اور پھر وہ آہستہ آہستہ اوپر اُٹھتا گیا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ بدن پر پسینے چھوٹ رہے تھے۔ اگر رسّی ٹوٹ گئی تو؟ تو وہ پھر دھڑام سے نیچے گر پڑے گا۔ بن مانس برابر رسّی کھینچ رہے تھے اور ساتھ ساتھ شور مچاتے جاتے۔ ''ہاں شاباش! کیا کہنے بہادرو! بس تھوڑا سا فاصلہ اور رہ گیا ہے۔ ہاں لگے زور.....''

تھوڑی دیر میں میاں جگنو زمین کے اوپر تھے۔ انہوں نے حیرت سے آنکھیں ملیں۔ چاروں طرف دیکھا اور جب سب دوستوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں، تب وہ سمجھے کہ میں سچ مچ اوپر آگیا ہوں۔ نئی زندگی پاکر جگنو کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ کھلکھلائے پڑتے تھے۔ یار دوستوں سے خوب خوب گلے ملے اور بولے۔ ''تم سچ مچ میرے دوست ہو۔ دوست وہ جو مصیبت میں کام آئے۔ چلو سب میری پیٹھ پر چڑھ جاؤ۔''

جگنو میاں گھر پہنچے تو ماں باپ رو رہے تھے۔ ان کے لیے تو میاں جگنو ختم ہو چکے تھے لیکن انہیں ایکا ایکی آتا ہوا دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ امی جان ''میرے لال'' کہہ کر چمٹ گئیں۔ ابا جان نے بھی پیار کیا۔ جب دلوں کی بھڑاس نکل چکی تو میاں جگنو نے بتایا کہ جن جانوروں کو آپ دشمن سمجھتے اور انہیں ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے، انہوں نے ہی میری جان بچائی، تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے میاں جگنو کو اجازت دے دی کہ تم خوشی سے طوطوں اور بن مانسوں کے ساتھ کھیلا کرو۔ تمہیں کوئی نہیں روکے ٹوکے گا۔ اس دن سے تمام ہاتھیوں نے انہیں بے وقوف بھی کہنا چھوڑ دیا اور ان سے ہنسی خوشی ملنے جلنے لگے۔

جگنو کے ماں باپ کو آج پہلی بار معلوم ہوا کہ دوسروں کے خلاف دل میں خواہ مخواہ حسد اور دشمنی رکھنے سے یہ بہتر ہے کہ انہیں دوست بنایا جائے تاکہ وہ وقت پر کام آسکیں۔ ☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بارہ دوست بارہ باتیں

ثمرہ احمد سعید

بارہ رنگوں کی آپس میں ازل سے ہی دوستی تھی، کوئی بھی موسم ہوتا سبھی مل کر رہتے۔ ہر خوشی غم انہوں نے اکٹھے گزارنے کے عہد و پیمان کیے تھے۔ نیلا، پیلا، ہرا، لال، جامنی، نسواری، سفید، کالا، سنہرا، سلیٹی، آسمانی، آڑو جیسا ہلکا ہلکا نارنجی، سبھی گہرے دوست تھے۔ جب برسات کا موسم آتا تو سلیٹی رنگ آسمانوں پر خوب اٹکھیلیاں کرتا پھرتا۔ کبھی بادلوں کے ساتھ مل کر گھٹاؤں کو کالا کرتا اور چھما چھم جگہ جگہ برستا۔ ہرا رنگ کھیتوں کھلیانوں کی جان تھا۔ پیڑوں، پودوں، جڑی بوٹیوں، پتوں اور خصوصاً پہاڑوں کے دامن میں چراگاہوں میں اپنی ہریاول سے نظروں کو نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت تھا۔ ہر کوئی اسے چاہتا، سراہتا، اس کی دل فریبی بڑا ہی متاثر کرتی۔ سفید رنگ ہر طرف دریاؤں کے پانیوں میں جھلکتا، چمکتا، تیرتا پھرتا۔ جب سمندر اپنی جھاگ اُڑاتے، دریا موج میں آتے، لہریں لہروں کے ساتھ مل کر جھاگ اُڑاتیں تو سفید رنگ کو بہت ہی مزا آتا۔ یہ اس لیے بھی خوش رہتا کہ حاجیوں کے لباس میں بھی دس ذالحجہ کو خانہ کعبہ میں اعزاز پاتا اور رب کے پاس جانے کے وقت بھی اسے ہی پہنا جاتا، واپسی کا سفر بھی اسی کے سنگ سنگ ہوتا۔ پھر اسے ایک اور رتبہ بھی حاصل تھا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا پسندیدہ رہا، اسے مومنین و مومنات سے خصوصی نسبت حاصل رہی۔ کالا رنگ حجر اسود کا تھا، کعبہ شریف کا غلاف بھی کالے رنگ کا اپنی جلالیت دکھاتا۔ وہ جو رب کریم کا عطا کردہ اور خوب صورت بھی ہے۔ نارنجی رنگ خوش تھا کہ گرمی کے موسم میں طرح طرح کی اقسام کے بڑے بڑے آڑوؤں میں دکھائی دیتا۔ سب کا من پسند کوئی جوس بنا کر پیتا۔ تو کوئی کاٹ کاٹ کر کالی مرچ اور نمک لگا کر کھانا پسند کرتا۔ ہر کوئی چاہتا کہ وہ پیچ کلر کا سوٹ بھی پہنے تاکہ سورج کی تپش میں ہلکے رنگ سے ٹھنڈک کا احساس برقرار رہے، جلد کو سکون ملے۔ جب نسواری رنگ کی بات آئی تو کہنے لگا، ''میں تو زمین کی پہچان ہوں یعنی مٹی بھوری بھوری ہوتی ہے۔ میرے تو بہت فائدے بھی ہیں۔ کبھی بھوری، نسواری گائے دیکھی دوستو! تم لوگ چھانگا مانگا کے جنگلات کی طرف جاؤ تو وہاں اکثر چرتی نظر آئیں گی۔ تعداد میں بہت زیادہ، اپنے پورے کنبے سمیت ان کی مانگ پورے پاکستان میں ان کے رنگ و نسل، قد کاٹھ، اچھی اٹھان و صحت کی بناء پر ہوتی ہے۔'' پیلا رنگ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پیچھے کب رہنے والا تھا۔ بولا: ''سفید، کالا اور ہرا میرے دوست ہیں۔ ان کی باتیں تو آپ لوگوں نے خوب سن لیں، اب میری باری ہے۔ میں سورج مکھی کا مکھڑا اپنے رنگ سے رنگ کر نکھارتا ہوں۔ املتاس کے پیلے پیلے زرد زرد گچھے خوشبوؤں سے مہکتے اتنے سندر دکھائی دیتے ہیں کہ ہر کوئی انگشت بدنداں ہی رہ جاتا ہے۔ کیلوں میں میرا عکس خوب چمکتا ہے اور پھلوں کا بادشاہ آم، ہاں! جناب پوری دُنیا میں سیر کرتا ہے اور میرے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ پپیتا بھی اتنا پیارا زرد ہوتا ہے کہ کیا بتلاؤں اور سوچو میں کہاں کہاں دکھتا ہوں۔ پہیلی ہے بوجھو تو جانیں؟ قوس و قزح کے سات رنگ یہ سن کر مسکرائے تو سنہرا رنگ اپنی مندھی مندھی آنکھیں کھولتا ہوا دھیرے سے بولا: ''میں ہر طرف پھیلا ہوا ہوں۔ سبز گنبد، خانہ کعبہ، مقام ابراہیمؑ میں آپ سب کو دکھائی دیتا ہوں۔ سنہری جالیاں، سنہرا چاند، رات کو جب روشنیاں بکھیرتا ہے تو میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی حمد و ثنا میں تشکر سے سربسجود رہتا ہوں۔ کبھی آپ کی آنکھوں میں سنہرے خوابوں کی صورت چلا آتا ہوں۔ میں بہت خوش ہوں کہ آپ سب مجھے چاہتے ہیں۔ آسمانی رنگ گیت گنگناتا ہوا کہنے لگا، آسمان کی وسعتوں میں سمٹا ہوا، ہر طرف بکھرا ہوا، آپ سب کے اوپر چھت کی طرح تنا ہوں۔ پنچھی جب میرے دامن میں اُڑتے پھرتے ہیں تو کتنے بھلے لگتے ہیں اور جب جہازشوں کر کے اپنی اُڑان بھرتے ہیں، زمین پر بسنے والے دُور سے انہیں آسمان کے بیچ اُڑتا دیکھ کر حضرت انسان کی تخلیق پر حیران رہ جاتے ہیں۔ میرے اندر نیلگوں نیلاہٹیں بھی ہیں، جامنی رنگ خوب ہنسا اور ہنستے ہنستے دوہرا ہو گیا۔ ارے کیا ہوا؟ سب رنگ مسکرائے تو ہر طرف بہار آ گئی۔ کیا بتاؤں، بینگن میں ہوں تو سب بینگنی رنگ کہنے لگے، جامن میں آیا تو جامنو کہنے لگے۔ پیاز میں بھی ہلکی آمیزش ہوئی تو پیازی۔ ان سبزیوں میں کسی نے کیا کیا؟ میرے نام کے بتنگڑ بنائے ''تھالی کا بینگن'' لیکن سچ میں مجھے اپنا آپ پھولوں میں بہت ہی بھلا لگا۔ بیل فلاور، کاسنی بوٹی، دامن کوہ میں لگے جنگلی پھولوں نے جب اپنی خوشبوؤں میں مجھے بسا لیا تو میرا انسانی دُنیا کی طرف لوٹنے کو جی ہی نہ چاہا مگر اپنی مرضی تھوڑی چلانی تھی، اللہ کریم کی مرضی سے میں پھل سبزی میں رچا بسا ہوا ہوں، الحمدللہ!

لال رنگ بولا، ''میری تو کسی نے سنی ہی نہیں۔'' جامنی رنگ بولا، ارے ناراض مت ہونا، ابھی تو میں نے اور کہانی سنانی تھی۔ تمہاری وجہ سے میں نے لفظوں کو سمیٹا تا کہ تمہارا انتظار طویل نہ ہو جائے۔ اب بولو لال جو کہ سرخ گلابوں میں ہے، پھولوں میں ہے، دل میں ہے۔ کہنے لگا، ٹماٹر، تربوز، انار، سیب جتنے سرخ ہوتے ہیں، اتنے ہی دلکش بھی، بلبل کی دم میں لالی کتنی بھلی اور طوطے کی چونچ میں لالی کتنی پیاری لگتی ہے۔ جب مرچیں پک جاتی ہیں تو پوری دُنیا میں لال مرچ استعمال ہوتی ہے۔ جب آسمان پر سورج چھپنے لگتا ہے تو شام کی لالی گھر لوٹنے کے پیغام سناتی ہے اور جب بچے صحت مند ہوتے ہیں تو میں ان کے گالوں پر لالی بن کر آتا ہوں۔ میری سرخیاں ہر سو بکھری جاتی ہیں اور بہت سے لوگوں کا میں پسندیدہ رنگ ہوں۔ وہ اپنے لباس میں مجھے چن کر انفرادیت پسند کرتے ہیں۔

اتنی باتیں کرنے کے بعد لال رنگ نے اجازت چاہی تو اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو کرتے کرتے باقی رنگ چونکے کیوں کہ بہت سے بچے بک شاپ پر کھڑے تھے اور دُکان دار سے بارہ رنگوں والی ڈبیا مانگ رہے تھے۔ کچھ مارکر، پنسل، واٹر کلرز کی مانگ کر رہے تھے کیوں کہ صبح سب کا ڈرائنگ کا پرچہ تھا اور ڈرائنگ تو رنگوں کے بغیر ادھوری تھی۔ سب معیاری رنگوں کے طلب گار تھے۔ کوئی ڈیئر کوئی پکاسو کی پکار دے رہا تھا۔ دُکان دار کی خوب بکری ہو رہی تھی۔ اب یہ تو بعد میں پتا چلنا تھا کہ سب سے اچھے رنگ کرنے میں کون ماہر ہے اور کس نے کتنے نمبر لینے ہیں اور کس کا آرٹ ورک اساتذہِ کرام نے پہلے نمبر پر پسند کرنا ہے۔ داد کس نے کتنی وصول کرنی ہے۔ بہرحال رنگ ہر حال میں خوش تھے کیوں کہ رنگوں کے بغیر ہر کوئی ادھورا ہے۔ جب رنگ ملتے ہیں، کھلتے ہیں تو ہر شے دیدہ زیب لگتی ہے۔ زندگی رنگوں سے ہی مزین ہو تو دل کش و رعنا لگتی ہے۔ بارہ رنگ بارہ باتیں بتانے کے بعد الوداع ہونے لگے تو خوشی سے مسکرا رہے تھے کہ ان کے وجود سے جڑی انسانی زندگیوں میں رنگ کھل رہے ہیں، مسکراہٹیں ہیں، خوشی کے نغمے گنگنا رہے ہیں۔ ہر رنگ میں زندگی نظر آ رہی ہے اور کہہ رہے ہیں کہ رنگوں کے بغیر زندگی ادھوری ہے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

درج ذیل دیئے گئے جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کریں۔

1۔ سورۃ محمد قرآن پاک کے کون سے پارے میں ہے؟

i۔ 26 ویں ii۔ 27 ویں iii۔ 29 ویں

2۔ سمندر میں جھاگ کس چیز کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے؟

i۔ نباتات ii۔ نمک iii۔ معدنیات

3۔ کس نامور شاعر نے اپنے ایک شعر میں گندے انڈوں کی ترکیب استعمال کی ہے؟

i۔ فیض احمد فیض ii۔ علامہ اقبال iii۔ حبیب جالب

4۔ تھامس کپ کس کھیل میں دیا جاتا ہے؟

i۔ لان ٹینس ii۔ بیڈمنٹن iii۔ ٹیبل ٹینس

5۔ علامہ اقبال کا شعر بانگِ درا کی نظم شاعر سے لیا گیا ہے مکمل کیجیے۔

i۔ مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ ....

6۔ سنگاپور کے دارالحکومت کا کیا نام ہے؟

i۔ کوئینز ٹاؤن ii۔ سنگاپور iii۔ سنٹیوسا

7۔ مکھی کی کتنی ٹانگیں ہوتی ہیں؟

i۔ 5 ii۔ 6 iii۔ 7

8۔ برصغیر کا درویش عالم بادشاہ کسے کہا جاتا ہے؟

i۔ اورنگ زیب عالم گیر ii۔ ناصر الدین محمود iii۔ بہادر شاہ ظفر

9۔ کس اُصول کی وجہ سے لوہے کا بنا جہاز پانی پر تیرتا رہتا ہے لیکن لوہے کی ایک کیل ڈوب جاتی ہے؟

i۔ اُصول نیوٹن ii۔ اُصول گلیلیو iii۔ اُصول ارشمیدس

10۔ چوہدری رحمت علی کب پیدا ہوئے؟

i۔ 16 نومبر 1897ء ii۔ 16 نومبر 1898ء iii۔ 6 نومبر 1899ء

جوابات علمی آزمائش جنوری 2017ء

1- دسترخوان 2- ہاشم 3- تپ دق 4- سری لنکا
5- یمن 6- تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں
7- لوہا 8- یادگار قراردادِ پاکستان 9- غارِ حرا 10- فرید خان

اس ماہ بے شمار ساتھیوں کے درست حل موصول ہوئے۔ ان میں سے 3 ساتھیوں کو بذریعہ قرعہ اندازی انعامات دیئے جا رہے ہیں۔

☆ حسن رضا سردار، کاموکی (150 روپے کی کتب)
☆ عبید الرحمٰن، قصور (100 روپے کی کتب)
☆ عبدالمغنی وقاص، بہاول پور (90 روپے کی کتب)

دماغ لڑاؤ سلسلے میں حصہ لینے والے کچھ بچوں کے نام بذریعہ قرعہ اندازی: علیبہ، حمید نور، ماہ نور ملک، لاہور۔ سعدیہ افتخار، شیخوپورہ۔ ثمر نثار، صوبیان نثار، راول پنڈی۔ تیمور ذوالفقار، لاہور۔ ہادیہ عاطف، لاہور۔ بجاز فہیم خٹک، نوشہرہ کینٹ۔ عائشہ تقدیس، راول پنڈی۔ عدینہ نور، سیال کوٹ۔ سید تیمور علی خالد، جھنگ صدر۔ محمد عمر، فیصل آباد۔ سارا ارشد، مریم ارشد، سرگودھا۔ سیدہ سائرہ، کراچی۔ احمد عبداللہ، ملتان۔ خدیجہ گل سید، چارسدہ۔ ہانیہ آصف، لاہور۔ محمد اسد، کراچی۔ ایاز احمد، علی حسن سجانی، لاہور۔ حمنہ سعید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ نواز اسلم، خانیوال۔ آمنہ وسیم، ایبٹ آباد۔ ناظم علی وٹو، حویلی لکھا۔ سید عمار احمد، کراچی۔ رفیق احمد ناز، ڈیرہ نادر خان۔ علینا اختر، کراچی۔ متعیس حسین، مظفر۔ ... صادق، فاروق آباد۔ ربیعہ آفتاب، ایبٹ آباد۔ محمد ذیشان حسین، لاہور۔ اسامہ بن خرم، گوجر خان۔ ابراہیم شہزاد، فیصل آباد۔ ثمن فاطمہ، بھلوال۔ عبداللہ شہزاد، فیصل آباد۔ حداقہ مبشر، راول پنڈی۔ محمد حسن انوار، جھنگ۔ میمونہ نوید، راول پنڈی۔ محمد حمزہ، میانوالی۔ محمد صفی الرحمٰن، لاہور۔ مہر اکرم، لاہور۔ باسط فرید گھلو، جھنگ۔ محمد ندیم ستار، لاہور۔ مقدس چوہدری، راول پنڈی۔ تحریم فاطمہ، لاہور۔ مفسر زمان، پشاور۔ محمد صدیق قیوم، قصور۔ محمد داؤد رمضان، لاہور۔ خاور محمود نور، ماموں کانجن۔ زینب شہزادی، کھاریاں۔ سعد رحمٰن، گوجرانوالہ۔ فرحان علی، لاہور۔ تحریم نور، گجرات۔ حسن جاوید گوریجہ، اسلام آباد۔ فجر امجد، فیصل آباد۔ محمد حسان عبداللہ، تلہ گنگ۔ ازکی آصف، پشاور۔ اسد اللہ شیخ، سعد عدنان شیخ، عبداللہ ساجد شیخ، گوجرانوالہ۔ شازیب اثر، پشاور۔ محمد مصعب صدیقی، حویلیاں۔ ثمرہ غفار، رحیم یار خان۔ عنیب الحسن، اٹک۔ معصومہ زاہرا، ڈیرہ اسماعیل خان۔ عائشہ ظفر، رحیم یار خان۔ عدیلہ، لاہور۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

www.paksociety.com

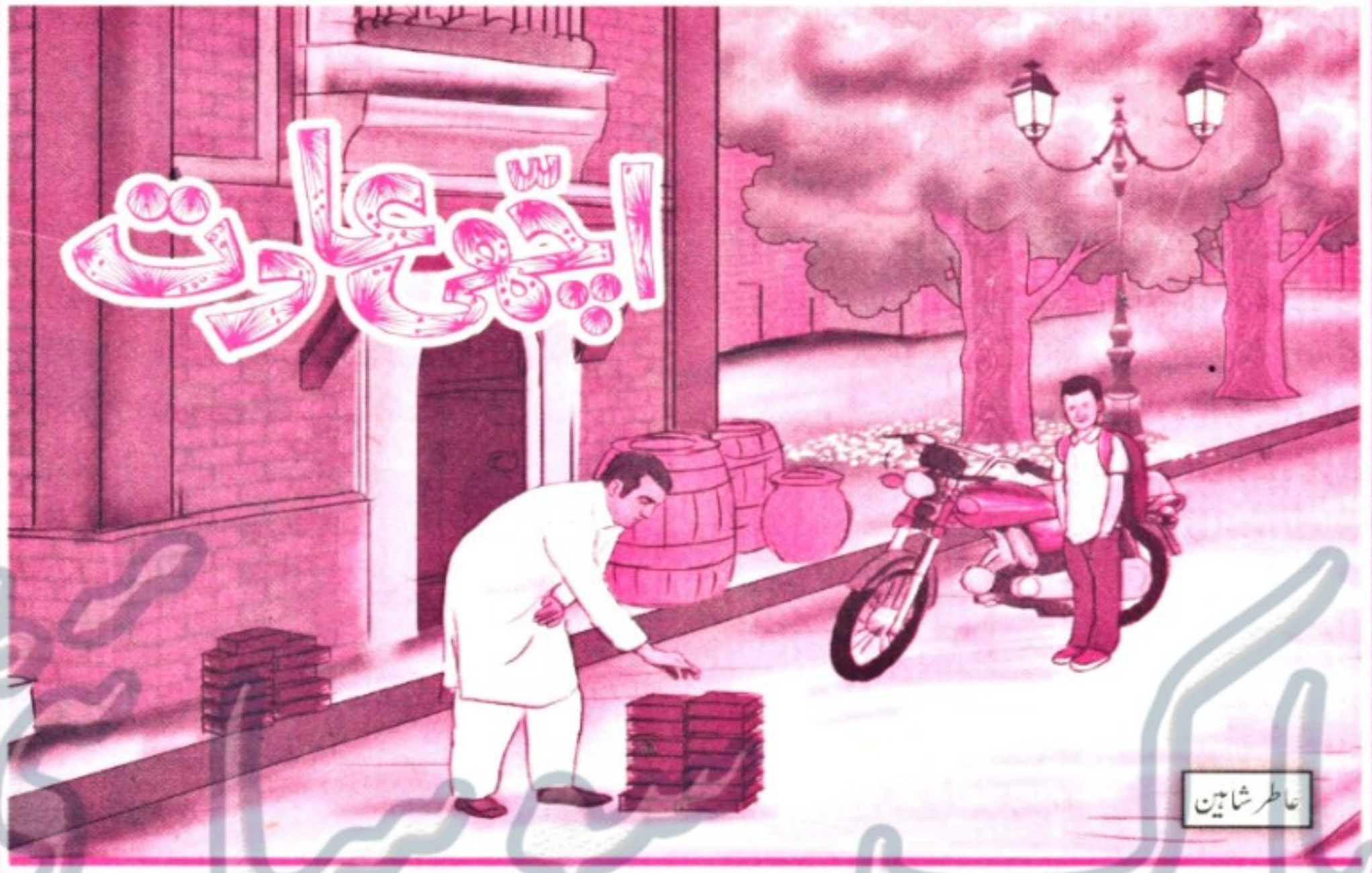

شاہ نواز اپنے بیٹے ابرار کو لیے بازار سے سبزی لینے جا رہے تھے۔ ایک گلی مڑتے ہی شاہ نواز کو گلی میں چند لڑکے کرکٹ کھیلتے ہوئے دکھائی دیئے۔ انہوں نے اینٹوں سے وکٹیں بنائی ہوئی تھیں۔ شاہ نواز نے موٹر بائیک دو لڑکوں کے قریب روک دی اور بولے۔

''بیٹا! کرکٹ کھیلنے کے بعد ان اینٹوں کو سائیڈ پر رکھ دینا۔''

''ٹھیک ہے انکل۔'' ایک لڑکے نے جواب دیا۔

''بیٹا! بھول نہ جانا۔'' شاہ نواز نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔

سبزی خریدنے کے بعد شاہ نواز اور ابرار اسی گلی سے گزرے تو گلی میں بچے موجود نہیں تھے، البتہ سڑک کے درمیان میں چند اینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ وہ اینٹیں تھیں جن سے بچوں نے وکٹ بنائی تھی۔ بچوں نے چند اینٹیں تو ایک طرف رکھ دی تھیں لیکن چند اینٹیں وہاں ہی پڑی تھیں۔

شاہ نواز نے اینٹوں کے قریب پہنچ کر موٹر بائیک ایک سائیڈ پر روک کر بند کر دی اور ننھے ابرار سے کہا۔

''بیٹا! نیچے اُترو۔''

ابرار خاموشی سے موٹر بائیک سے نیچے اُتر گیا تو شاہ نواز نے موٹر بائیک سٹینڈ پر کھڑی کی اور اُتر کر اینٹوں کی طرف بڑھ گئے۔ انہوں نے ایک ایک اینٹ اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیں۔ اب سڑک صاف ہوگئی تھی۔ پھر وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے موٹر بائیک کی طرف بڑھ گئے۔ چند لمحوں کے بعد وہ ابرار کو بٹھائے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ ننھا ابرار گم صم یہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ابو نے سڑک پر پڑی اینٹیں اُٹھا کر سائیڈ پر کیوں ڈال دی تھیں لیکن اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

ننھا ابرار ایک حساس بچہ تھا۔ وہ اپنے والد شاہ نواز کو جو عمل کرتے دیکھتا تھا وہ بھی ویسا ہی کرتا تھا۔ اس کے والد بہت سی اچھی خوبیوں کے مالک تھے۔ نہایت ملنسار، خوش اخلاق اور خدا ترس انسان تھے۔ وہ ایک ماہر مکینک تھے۔ شاہ نواز جہاں کہیں بھی سڑک پر یا گلیوں میں پتھر، شیشوں کے ٹوٹے گلاس، کیلے کے چھلکے، اینٹیں یا ہر وہ خطرناک چیز جس سے کسی کو نقصان پہنچ سکتا ہو، دیکھتا تو راستے سے ہٹا دیا کرتے تھے، چاہے وہ موٹر بائیک پر سوار ہوتے یا پیدل چل رہے ہوتے۔ یہ عمل کرتے ہوئے شاہ نواز کو کبھی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ یہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں کر کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

خوش ہوتے تھے۔

گھر پہنچتے ہی ابرار کچن میں اپنی امی کے پاس چلا گیا۔

''امی۔''

''جی بیٹا۔''

''آج میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے؟''

''وہ کیا بیٹا!'' امی چونکیں۔

''امی! ہم واپس گھر آ رہے تھے کہ ابو کو گلی میں اینٹیں پڑی دکھائی دیں تو انہوں نے موٹر بائیک روک کر اینٹیں اُٹھا کر ایک طرف رکھ دیں۔'' ننھے ابرار نے بتایا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے بیٹا۔''

''امی! ابو نے ایسا کیوں کیا؟'' ننھے ابرار نے نیا سوال کیا۔

''بیٹا! آپ کے ابو نے سڑک پر پڑی اینٹیں اُٹھا کر اس لیے سائیڈ پر رکھی تھیں تاکہ کوئی بچہ، بزرگ یا کوئی بھی ان سے ٹکرا کر گر کر زخمی نہ ہو جائے۔'' امی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ننھے ابرار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''امی! کیا ایسا کرنا اچھی بات ہے؟'' ابرار نے پوچھا۔

''ہاں بیٹا! یہ بہت ہی اچھا عمل ہے۔ اس سے نہ صرف نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتے ہیں۔'' امی نے ابرار کو سمجھاتے ہوئے کہا تو ابرار نے بھی عہد کر لیا کہ وہ کہیں بھی گلی میں اینٹیں، پتھر دیکھے گا تو وہ انہیں اُٹھا کر سائیڈ پر کر دے گا تاکہ ان کی وجہ سے کسی کو کوئی نقصان نہ ہو۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ابرار بھی بڑا ہوتا چلا گیا۔ اب اس کی عمر گیارہ سال ہو گئی تھی۔ اس نے بھی اپنے ابو کی اچھی عادت اپنا لی تھی۔ وہ سڑک پر اور گلیوں میں کہیں بھی پتھر، اینٹیں اور کیلے کے چھلکے پڑے دیکھتا تو انہیں اُٹھا کر سائیڈ پر ڈال دیتا تھا۔ اس کا دوست رضوان تو اسے یہی کہتا تھا کہ تم پڑھنے کے بعد سویپر ہی بھرتی ہو جانا لیکن ابرار نے کبھی اس کی بات کا بُرا نہیں مانا تھا بلکہ وہ اسے بھی سمجھاتا تھا کہ وہ بھی ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو نظر انداز نہ کیا کرے اور اسے بھی جہاں کہیں پتھر، کیلے کے چھلکے اور اینٹیں پڑی نظر آئیں تو وہ انہیں سائیڈ پر کر دیا کرے لیکن رضوان اس کی بات مذاق میں ٹال دیتا تھا۔

☆☆☆

رضوان ڈرائنگ روم میں بیٹھا ٹی وی پر میچ دیکھنے میں مصروف تھا کہ اس کی امی نے آتے ہی اس سے کہا۔

''رضوان! بھائی کو ٹیوشن سنٹر چھوڑ آؤ۔''

رضوان کا اُٹھنے کو دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے انکار کر دیا تو امی سے ڈانٹ پڑ جائے گی۔ وہ اُٹھا اور اپنے بھائی عمران کو لیے گھر سے نکل کر اس کا ہاتھ پکڑے تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ اس کے ذہن پر میچ دیکھنے کی دھن سوار تھی، اس لیے اس تیز رفتاری میں انہوں نے وہ نوکیلا پتھر نہ دیکھا جو سڑک پر پڑا ہوا تھا۔ عمران کا پاؤں زور سے اس نوکیلے پتھر سے ٹکرایا تو اس کے حلق سے دردناک چیخ نکل گئی اور وہ رضوان کا ہاتھ چھوڑ کر زمین پر بیٹھ گیا۔

''کیا ہوا؟'' رضوان نے پریشان ہو کر پوچھا مگر عمران جواب دینے کی بجائے اور زیادہ زور زور سے رونے لگا۔ رضوان نے دیکھا تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ عمران کے پاؤں کے انگوٹھے سے خون نکل رہا تھا اور اس سے چلنا بھی مشکل ہو گیا۔ رضوان نے عمران کو گود میں اُٹھایا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا گھر آ گیا۔ امی نے جب عمران کے رونے کی آواز سنی تو وہ پریشانی کے عالم میں ان کے پاس پہنچیں اور عمران کو گود لے لیا۔

''کیا ہوا ہے عمران کو؟''

''امی! عمران کا پاؤں ایک پتھر سے ٹکرا گیا تھا جس کی وجہ سے اسے چوٹ لگ گئی ہے۔'' رضوان نے جواب دیا۔

''آپ کو دیکھ کر چلنا چاہیے تھا۔ مرہم پٹی لے آؤ۔'' امی نے عمران کا زخمی پاؤں دیکھتے ہوئے کہا تو رضوان مرہم پٹی لینے چلا گیا جبکہ امی نے عمران کو کرسی پر بٹھا دیا۔ رضوان مرہم پٹی لے آیا مگر دوائی لگانے کے باوجود خون رُک نہیں رہا تھا۔ انہیں اندازہ ہو گیا کہ زخم گہرا ہے اور ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے گا، چنانچہ انہوں نے عمران کے زخم پر پٹی لپیٹی اور اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر نے زخم دیکھ کر کہا۔

''زخم گہرا ہے، ٹانکے لگانے پڑیں گے۔''

ڈاکٹر نے عمران کے زخم پر ٹانکے لگا دیئے اور پٹی باندھ دی۔ اس دوران رضوان نے اپنے ابو کو بھی فون کر دیا تھا جو فوراً ہی اسپتال

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پہنچ گئے تھے۔ گھر آنے کے بعد انہوں نے رضوان سے پوچھا۔

''رضوان! عمران کو یہ چوٹ کیسے لگی؟''

رضوان نے ابو کو بھی وہی بتایا جو اس نے اپنی امی کو بتایا تھا۔ اس کے چہرے پر شرمندگی کے تاثرات اُبھرے ہوئے تھے اور وہ خود کو عمران کی چوٹ کا ذمہ دار سمجھ رہا تھا۔

''دیکھو، رضوان بیٹا! حضور اکرم ﷺ کی پوری زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ ان کے ہر عمل سے ہمیں سبق ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر راستے میں کوئی ایسی چیز پڑی دیکھو جس سے کسی کو تکلیف پہنچنے کا امکان ہو تو اس کو اس جگہ سے ہٹا دو۔ گو کہ یہ نیکیاں چھوٹی چھوٹی ہیں مگر ان کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔''

ابو کی بات سن کر رضوان کو اپنا دوست ابرار یاد آ گیا۔ ابرار بھی تو ایسا ہی کرتا تھا وہ بھی راستے میں پڑی چیزیں ہٹا دیتا تھا۔ رضوان کو دل ہی دل میں بہت شرمندگی ہو رہی تھی کہ وہ ابرار کے عمل کا مذاق اُڑاتا رہا تھا۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ اس نے اپنے ابو کو بھی کئی مرتبہ سڑک پر سے تکلیف دہ چیزیں اُٹھا کر ایک طرف رکھتے ہوئے دیکھا تھا مگر اس نے کبھی اس پر توجہ نہیں دی تھی لیکن آج اپنے بھائی کے زخمی ہونے پر وہ بہت کچھ سیکھ چکا تھا۔ اسی لمحے اس نے خود سے عہد کر لیا کہ وہ بھی ابرار کی طرح نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا۔

اگلے دن ابرار اور رضوان اپنی اپنی سائیکلوں پر سوار ہو کر گھر کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ دونوں ایک ہی کالونی میں رہتے تھے مگر دونوں کے گھر الگ الگ بلاک میں تھے۔ اسکول تو وہ دونوں اکٹھے نہیں جاتے تھے مگر چھٹی کے وقت وہ دونوں اکٹھے ہی اپنے اپنے گھروں کو جاتے تھے۔

رضوان نے ابرار کو کل کا واقعہ بھی بتایا اور عہد کیا کہ وہ بھی آئندہ ان چھوٹی چھوٹی مگر اہم باتوں پر عمل ضرور کرے گا۔ ابرار کے چہرے پر خوش گوار حیرت کے تاثرات اُبھر آئے۔ وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ دیر آید درست آید کے مصداق رضوان بھی اچھی عادتوں کو اپنا رہا تھا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تین دوست امتحان دینے کے بعد امتحانی مرکز سے باہر آئے۔
پہلا دوست: ''مجھے کچھ نہیں آتا تھا، پیپر خالی چھوڑ آیا ہوں۔''
دوسرا دوست: ''میں بھی خالی چھوڑ آیا ہوں۔''
تیسرا دوست: ''میں بھی، اب ٹیچر کو لگے گا ہم تینوں نے نقل کی تھی۔''

☆☆☆

بہن: ''بھائی! یہ دروازے پر گندے ہاتھوں کے نشان تمہارے ہیں؟''
بھائی: ''جی نہیں! میں تو لات مار کر دروازہ کھولتا ہوں۔''

(عدن سجاد، جھنگ صدر)

اُستاد (شاگرد سے): ''سیب کو گلنے سڑنے سے بچانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔''
شاگرد: ''کھا لینا چاہیے۔''

(حذیفہ اظہر، فیصل آباد)

ایک ڈاکٹر (دوسرے سے): ''تمہارا مریض صحت یاب ہو گیا ہے، اب تم اس قدر کیوں پریشان ہو؟''
دوسرا ڈاکٹر: ''دراصل پریشانی اس بات کی ہے کہ اب تک یہ پتا نہ چل سکا کہ وہ کس دوا سے صحت یاب ہوا ہے۔''

(مریم خالد، گوجرانوالہ)

دو دوست ایک پُرانے مکان کے سامنے سے گزرے۔
ایک دوست نے کہا: ''میں نے سنا ہے کہ اس گھر میں بھوت رہتے ہیں؟''
دوسرے دوست نے کہا: ''چلو دیکھ لیتے ہیں۔'' دروازہ کھٹکھٹایا گیا تو ایک آدمی نمودار ہوا۔ ان میں سے ایک نے پوچھا:
''میں نے سنا ہے، یہاں بھوت رہتے ہیں۔''
''مجھے کیا معلوم، مجھے تو مرے ہوئے خود دس سال ہو گئے ہیں۔''
اس آدمی نے جواب دیا اور غائب ہو گیا۔ (ابرار الحق، راجہ جنگ)

طلحہ کے بھائی نے چیختے ہوئے اس سے کہا:
''طلحہ! اگر تم نے یہ باجا بجانا بند نہ کیا تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔''
طلحہ بولا: ''مجھے لگتا ہے تم ہو چکے ہو، میں نے تو آدھا گھنٹہ پہلے باجا بجانا بند کر دیا تھا۔''

☆☆☆

ایک بے وقوف: ''تم ہر کسی کو یہ کیوں بتاتے رہتے ہو کہ میں بے وقوف ہوں؟''
دوسرا آدمی: ''معاف کرنا، میں نہیں جانتا تھا کہ یہ راز کی بات ہے!''

(عبداللہ ایوب، جہلم)

علی: ''ابو! کل ہم امیر ہو جائیں گے۔''
ابو: ''وہ کیسے؟''
علی: ''کل ہمارے حساب کے ماسٹر صاحب پیسوں کے روپے بنانے کا طریقہ بتائیں گے۔''

☆☆☆

''دو ہم شکل جڑواں بھائی ایک کمرے میں بیٹھے تھے۔ ایک رو رہا تھا، دوسرا ہنس رہا تھا۔ باپ نے اندر آ کر پوچھا: ''بچو! کیا ہوا؟''
ہنسنے والے بھائی نے رونے والے کی طرف اشارہ کیا: ''آج امی نے دونوں مرتبہ آصف کو ہی نہلا دیا ہے۔'' (ثمن، بھلوال)

ایک پڑوسن نے دوسری سے ایک کتاب پڑھنے کے لیے مانگی۔
دوسری پڑوسن نے کہا: ''بہن میں کتاب نہیں دیتی ہوں، جب تک آپ کا جی چاہے، یہیں بیٹھ کر پڑھ لیں۔''
چند دن بعد دوسری پڑوسن پہلی کے گھر جھاڑو مانگنے گئی تو پہلی نے کہا: ''بہن! میں کسی کو جھاڑو نہیں دیتی، آپ کو جتنی جھاڑو دینی ہے، یہاں میرے گھر میں دے دیں۔''

☆☆☆

باپ نے بیٹے سے پوچھا: ''تم نے ماچس کی تیلیاں چیک کر لیں تھیں۔''
بیٹا: ''جی، میں نے ساری تیلیاں جلا کر چیک کر لیں تھیں۔''

(مومنہ عامر حجازی، لاہور)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کاش! میں پرندہ ہوتی.....

عائشہ افق، فیصل آباد

''ماما! پرندے کتنے خوش قسمت ہیں ناں۔ مزے مزے سے ہواؤں میں اُڑتے ہیں۔'' شفاء پرندوں کو ہوا میں اُڑتا دیکھ کر ہمیشہ حسرت سے شمسہ خاتون سے گویا ہوئی۔ وہ بھی ایک شام تھی جب وہ نیلے آسمان پر پرندوں کو دیکھ کر بولی تھی۔

''کاش میں بھی پرندہ ہوتی۔''

شمسہ خاتون مسکرا دیں اور کچھ سوچ کر اسے پاس بلایا۔ دروازے پر گھنٹی بجی۔ قاری صاحب شفاء کو پڑھانے کے لیے تشریف لا چکے تھے۔ ''شاباش بیٹا، جا کر سبق پڑھو اور رات کو جب ڈائری لکھو تو اس میں لکھنا اگر میں پرندہ ہوتی تو؟''

سبق کے بعد شفاء ڈائری اور پین سنبھال کر بیٹھ گئی۔ وہ چوتھی جماعت کی طالبہ تھی۔ ڈائری میں اس طرح کی باتیں لکھنے کا تو اسے کبھی خیال ہی نہیں آیا تھا۔ وہ تو بس یہی لکھا کرتی تھی کہ آج مس خدیجہ نے مجھے سٹار دیا، مس نائلہ نے مجھے ڈانٹا، فلاں دوست کو سبق نہیں آیا، فلاں نے کھیل میں دھاندلی کی وغیرہ وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ کچھ مختلف لکھنے کے لیے بڑی پُرجوش تھی۔

گلابی رنگ کے صفحات والی ڈائری جس کے ہر ورق پر چھوٹے چھوٹے گلاب کے پھول جا بجا بنے ہوئے تھے اور سنہری رنگ کا خوب صورت سا پین اسے فواد کے ماموں نے سالگرہ پر گفٹ کیا تھا۔ قلم تھامے ٹیڑھی میڑھی لکھائی میں وہ لکھ رہی تھی۔

''اگر میں پرندہ ہوتی۔''

یہ تو ہو گیا عنوان! اب سوال یہ تھا کہ وہ کون سا پرندہ ہے؟ فاختہ، چڑیا یا کوّا..... اونہوں! میں تو طوطا بنوں گی۔

اب شفاء نے کچھ یوں لکھنا شروع کیا کہ اگر میں طوطا ہوتی سرخ اور سبز پروں والا طوطا تو میں پھولوں والے باغ میں رہتی، وہی جو اسکول کے راستے میں آتا ہے۔ وہاں پیارے پیارے پھولوں پر بیٹھا کرتی۔ درختوں پر اُچھلتی کودتی۔ تتلیوں کو میں اپنی پکی والی سہیلیاں بناتی کیوں کہ مجھے تتلیاں بہت پسند ہیں۔ پھر ہم گھنٹوں پکڑن پکڑائی کھیلا کرتے۔ وہاں چڑیا، فاختہ، مینا بھی ہوتیں، میں ان کو بھی دوست بناتی۔ کوّے سے تو میں پکی پکی کٹی کر لیتی۔ گندا بچہ نہ ہو تو! ہاں..... یاد آیا، کبوتر بھی تو ہوتا وہاں۔ اُف! ایک تو مجھے سارے پرندوں کے نام بھی یاد نہیں۔ چلو، کوئی بات نہیں اتنے دوست ہی کافی ہیں۔

میں، چڑیا، کبوتر، فاختہ اور مینا صبح سویرے کھانا کھا کر آسمانوں کی سیر کو نکل جایا کرتے۔ تتلی چھوٹی ہوتی ہے ناں، اس لیے میں اسے اپنے پَروں پر بٹھا لیتی۔ پھر ہم آسمان میں دوڑیں لگایا کرتے اور شرط یہ رکھتے کہ جو بادلوں کو پہلے ہاتھ لگائے گا، وہ جیت جائے گا۔ اُف! میں بھی پاگل ہی ہوں، پرندوں کے ہاتھ کدھر سے آئے بھلا، چلو جو پہلے چونچ لگاتا، وہ جیت جاتا اور جو ہار جاتا وہ واپسی پر باقیوں کو چل ٹِرٹ کر دیتا۔ جب میں آسمانوں میں اُڑتی تو کتنا مزا آتا۔ وہاں سے میں اپنا گھر بھی دیکھتی، ماما پاپا اور بہن بھائیوں کو اوپر سے ہی ٹائے ٹائے کرتی۔ ہائے اللہ! سورج سے میں پوچھتی کہ اس کی روشنی اتنی تیز کیوں ہے کہ جب بھی میں اس کی طرف دیکھتی ہوں، آنکھوں میں پانی آجاتا ہے۔ اُڑتے اُڑتے میں جہاز کی کھڑکی سے اندر جھانکتی اور جہاز کے مسافروں کو ''میاں مٹھو چوری کھائے گا'' کہہ کر پھر سے اُڑ جاتی۔

میں اپنے سب دوستوں کو انسانوں کی زبان بول کر دکھاتی۔ ''میاں مٹھو چوری کھائی ہے۔'' شفاء خوشی سے سرشار لکھتی جا رہی تھی۔ پورا دن ہم کھیلتے، اُچھلتے، کودتے اور میں اپنے سب دوستوں کو اپنی سریلی آواز میں گانا بھی سناتی۔

پھر شام کو ہم سب اپنے اپنے گھونسلوں میں جا کر سو جاتے۔ میرا گھونسلا تو امرود کے درخت پر ہوتا اور میں ڈھیر سارے امرود کھاتی لیکن رات کو مجھے لوری کون سناتا اور مجھے ماما پاپا کے بغیر نیند کیسے آتی۔ پھر مجھے بہت رونا آتا۔ نہیں! میں انسان ہی ٹھیک ہوں اور ہاں! اگر کوئی بچہ مجھے پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیتا تو میرے ماما پاپا تو مجھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک جاتے۔ نہیں، میں انسان ہی ٹھیک ہوں۔ اتنا لکھ کر شفاء نے ڈائری بند کی اور پین ڈائری کے اوپر رکھ دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ابھی تو اسے یہ ماما کو بھی دکھانا تھا۔

پہلا انعام:195 روپے کی کتب

تعلیم ایک زیور ہے

عاطف حسین شاہ، چکوال

اسد جب کرکٹ میچ کھیل کر ہانپتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا تو سیدھا اپنے بستر پر گر پڑا۔ وہ فوراً نیند کی وادی میں کھو جانا چاہتا تھا مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ سکون محسوس کر پاتا، اسے کسی نے جھنجھوڑ ڈالا۔ یہ اسد کی امی تھی جو خاصی غصے میں نظر آ رہی تھی۔ ''آوارہ گردی کر کے گھر لوٹے ہو اور آتے ہی بستر پکڑ لیا ہے۔ امتحان سر پر ہیں اور تمہیں نہ تو وقت کی پروا ہے اور نہ پڑھائی کی.....!'' اسد ہڑبڑاتے ہوئے اُٹھا اور غصے سے بولا۔ ''سب کو مجھ میں ہی نقص نظر آتا ہے، جب دیکھو ڈانٹ پھٹکار اور پڑھائی پڑھائی کا رونا..... پڑھائی کا کوئی فائدہ بھی تو ہو.....!'' امی تو سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ واویلا سن کر اسد کی بڑی بہن حاجزہ بھی وہاں آ گئی۔ حاجزہ اسد کی تعلیمی کارکردگی سے واقف تھی جو کہ تنزلی کا شکار تھی۔ حاجزہ جانتی تھی کہ تعلیمی نمو کے لیے اسکول کے ساتھ گھر والوں کی طرف سے جانچ پڑتال ازحد ضروری ہے۔

اسد نہم جماعت کا طالب علم تھا۔ گزشتہ جماعتوں میں امتیازی نمبروں سے پاس ہو کر اس مقام تک پہنچا تھا اور اب اس کا دل پڑھائی سے اچاٹ ہو رہا تھا..... حاجزہ نے بنا کسی سرزنش کے اسد کو دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع دیا تاکہ اصل مدعا معلوم ہو سکے۔

''میرے بھائی کو پڑھائی کے نام سے کب سے الرجی ہونے لگی؟'' حاجزہ کے لہجے میں شفقت تھی۔

''دیکھیں ناں آپی، ہمارے اردگرد کتنے لوگ ڈگریوں کا انبار لیے روزگار کے لیے ایڑیاں رگڑ رہے ہیں..... انہیں اس تعلیم نے دربدر کی ٹھوکروں کے سوا دیا ہی کیا ہے؟ اَن پڑھ لوگ لاکھوں میں کھیل رہے ہیں.....'' اسد کے لہجے میں مایوسی تھی۔ حاجزہ کو دلی صدمہ پہنچا کہ اس کا بھائی علم کو دولت کے ترازو میں تول رہا تھا مگر وہ تحمل سے گویا ہوئی۔ ''میرے بھائی علم تو آگہی کے دروازے کھولتا ہے۔ یہ تو ہماری کم عقلی ہے کہ ہم ذریعہ معاش کا انحصار تعلیم پر کر بیٹھے ہیں۔ رزق کے فیصلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں، انسان کے ذمہ محنت اور جستجو ہے جسے آج کا نوجوان عار سمجھے بیٹھا ہے!'' ''آپی ٹھیک کہتی ہیں مگر مجھے کرکٹ کا جنون ہے اور میں اس میں آگے جانا چاہتا ہوں۔'' اسد نے اپنا موقف بیان کیا۔ ''تو کس نے روکا ہے؟ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے دل سے محنت کرو مگر تعلیم..... اب تمہیں کیسے سمجھاؤں.....!'' حاجزہ کوئی دلیل تلاش کر رہی تھی۔

اتنے میں ابو جان گھر کے اندر داخل ہوئے..... ان کے احترام میں دونوں بہن بھائی اُٹھ کھڑے ہوئے۔

''حاجزہ بیٹا..... مجھے ذرا حساب لگا کر بتاؤ کہ اسّی روپے کے حساب سے چھبیس کلو دودھ کے کتنے روپے بنیں گے؟'' اسد کے ابو دودھ فروش تھے۔ وہ اَن پڑھ تھے، شاید اسی لیے انہیں تعلیم کی اہمیت کا احساس تھا۔ وہ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلوانے کے لیے دن رات محنت کر رہے تھے۔ حاجزہ نے پل بھر میں حساب لگا کر دودھ کی کل قیمت بتا دی۔ وہ دعا دیتے گھر سے باہر چلے گئے۔ اسد کو کوئی دلیل دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی، وہ تو بھونچکا رہ گیا تھا۔ ''کچھ سمجھے.....؟'' حاجزہ مسکرائی۔

''ہاں آپی..... سمجھ گیا..... اچھی طرح سمجھ گیا.....'' حاجزہ کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ اگلے ہی پل اسد اپنا بستہ لیے حاجزہ کے پاس بیٹھ چکا تھا اور ماں کے چہرے پر چمکتے آنسو دکھائی دے رہے تھے جو یقیناً خوشی کے آنسو تھے۔ شاید اس وجہ سے بھی کہ اسد کو گھر سے ہی ہدایت مل چکی تھی۔

دوسرا انعام:175 روپے کی کتب

سولہویں صدی کا آدمی

عائشہ الیاس، کراچی

وہ سڑک کنارے کھڑا حیرت زدہ نگاہوں سے اپنے اردگرد کے ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ اسے سڑک پر انسانوں کے ساتھ ساتھ کچھ عجیب سی چیزیں بھی آگے پیچھے دوڑتی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے غور کیا تو ان چیزوں میں بیٹھے انسان بھی اسے نظر آ گئے۔ وہ حیرت سے سوچنے لگا کہ یہ کیا بلائیں ہیں جو اپنے اندر انسانوں کو بٹھا کر اتنی تیزی سے دوڑی چلی جا رہی ہیں۔

اچانک فضا میں ایک شور سا گونجا۔ اس نے سر اُٹھا کر دیکھا تو ایک بہت بڑا پرندہ (ہوائی جہاز) اپنے پَر پھیلائے آسمان پر پرواز کرتا دکھائی دیا۔ وہ ایک بار پھر حسرت کے سمندر میں غرق ہو گیا۔

وہ کافی دیر تک سڑک کے کنارے پر کھڑا رہا۔ پھر اسے بھوک محسوس ہوئی تو ایک جانب کو چل پڑا۔ وہ سڑک پر چلا جا رہا تھا کہ کھانوں کی خوشبوؤں نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ یہ خوشبوئیں ایک ہوٹل سے آ رہی تھیں۔ وہ بے اختیار اس ہوٹل کی جانب بڑھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

گیا لیکن دروازے پر موجود دربان نے اسے اندر گھسنے نہ دیا اور فقیر سمجھ کر دھتکار دیا۔

وہ سوچنے لگا کہ یہ لوگ تو بہت عجیب ہیں۔ ایک مسافر کو کھانا کھلانے کے بجائے دھتکار دیتے ہیں۔ اس کے گاؤں میں تو لوگ مسافروں کی اتنی خدمت کرتے ہیں کہ مسافر کے گاؤں میں داخل ہوتے ہی ہر شخص اس کو اپنا مہمان بنانے پر تل جاتا ہے۔ اپنے گاؤں کا خیال آتے ہی اس کا ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ اس انجان جگہ پر کیسے آ گیا؟

وہ اسے سولہویں صدی کی ایک قدیم تجربہ گاہ کے اندر چلا گیا جہاں ایک سائنس دان ایک آدمی پر مختلف تجربات کر رہا تھا۔ ان تجربات کے دوران اچانک روشنی کا ایک جھماکا ہوا اور وہ شخص غائب ہو گیا۔ وہ تجربہ گاہ سے تو غائب ہو گیا تھا لیکن اس سڑک پر آن حاضر ہوا تھا اور اس انجان جگہ پر کھڑا حیرت اور پریشانی کے عالم میں غرق تھا۔

''آفتاب! اس بوڑھے آدمی کو تو دیکھو۔ ایسا لگ رہا ہے کہ تاریخ کی قدیم کتابوں سے کوئی کردار اُٹھ کر سامنے آ گیا ہے۔'' خالد نے آفتاب کو ٹہوکا دیتے ہوئے کہا۔ ''ہاں، تم صحیح کہہ رہے ہو۔ اس کا حلیہ تو ایسا ہی ہے جیسا تاریخ کی کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے۔'' آفتاب نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ ''چلو ہم اس سے ایک ملاقات کرتے ہیں تاکہ پتا تو چلے کہ یہ کون ہے؟ کیا واقعی تاریخ کی کتابوں کی کوئی زندہ تصویر ہے؟''

''بابا جی! آپ کون ہیں؟'' اس نے نظریں اُٹھائیں تو سامنے اس کے ہم عمر دو لڑکے کھڑے دکھائی دیئے۔ وہ حیرت سے سوچنے لگا کہ یہ لوگ مجھے بوڑھا آدمی کیوں سمجھ رہے ہیں، حالاں کہ یہ تو تقریباً میرے ہی ہم عمر ہیں۔ اچانک اس کی نظر اپنی داڑھی پر پڑی جو بالکل سفید نظر آ رہی تھی۔ ''تو کیا میں بوڑھا ہو چکا ہوں؟'' اس سوچ نے اس کے دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ اب اسے سمجھ میں آیا کہ یہ لڑکے اسے بابا جی کیوں کہہ رہے تھے۔

وہ دونوں اس کے بارے میں جاننا چاہ رہے تھے لیکن اس نے انہیں کوئی جواب نہ دیا تو وہ تنگ آ کر اسے ''پاگل'' کا لقب دے کر چلے گئے۔ اسے فوراً اپنا گاؤں یاد آ گیا جہاں بزرگوں کی اتنی تعظیم کی جاتی تھی کہ ان کے سامنے بات کرتے ہوئے نظریں تک نہ اُٹھائی جاتی تھیں اور یہ لڑکے اس کے سامنے ہی اسے پاگل بول کر چلے گئے تھے۔

وہ بھی ان ہی سوچوں میں غلطاں کھڑا تھا کہ اسے ایک بہت تیز آواز سنائی دی۔ اس نے گھبرا کر آواز کی سمت دیکھا۔ وہاں انہیں سڑکوں پر دوڑتی عجیب و غریب چیزوں میں سے ایک چیز دکھائی دی جس کی ایک آدمی کے ساتھ ٹکر ہو گئی تھی جس کے نتیجے میں وہ آدمی زمین پر زخمی پڑا کراہ رہا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اس کے پاس کھڑے لوگوں میں سے کوئی اس کی مدد کے لیے آگے نہ بڑھ رہا تھا۔ سب بے حسی سے کھڑے زخمی کے تڑپنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

اس کا خیال دوبارہ اپنے گاؤں کی طرف چلا گیا جہاں اگر کسی کو ذرا سی چوٹ بھی لگ جاتی تو اس کی عیادت کے لیے پورا گاؤں جمع ہو جاتا تھا جب کہ یہاں تو کسی کو کسی کی پرواہ ہی نہیں تھی۔

''یہ اکیسویں صدی کا زمانہ ہے۔'' کچھ لوگ اس کے قریب سے باتیں کرتے گزر رہے تھے۔ جب ان کے یہ الفاظ اس کے کانوں میں پڑے تو اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ یعنی وہ اپنے زمانے سے تقریباً پانچ سو سال آگے آ چکا تھا۔ وہ سولہویں صدی کا آدمی تھا اور اکیسویں صدی میں بھٹک رہا تھا۔

''اکیسویں صدی بلاشبہ بہت سی تبدیلیوں کی حامل ہے لیکن میرے نزدیک میرا اپنا سولہویں صدی کا زمانہ ہی پسندیدہ ہے کیوں کہ وہاں کم از کم اکیسویں صدی کی بے حسی و بے مروتی اور دوسری اخلاقی بُرائیاں تو موجود نہیں ہیں۔'' وہ یہ بڑبڑا رہا تھا کہ اچانک روشنی کا ایک جھماکا ہوا اور سولہویں صدی کا آدمی واپس اپنی سولہویں صدی میں جا پہنچا۔

تیسرا انعام: 125 روپے کی کتب

قصہ ایک گدھے کا

حذیفہ اظہر، فیصل آباد

میں ایک گدھا ہوں لیکن میں ذرا مختلف گدھا ہوں۔ سب گدھے چار ٹانگوں کے ہوتے ہیں لیکن میں تین ٹانگوں والا گدھا ہوں۔ اب آپ سب حیران ہو رہے ہوں گے کہ میری ایک ٹانگ کہاں گئی۔ چلیں میں آپ کو اپنا قصہ سناتا ہوں۔

میں ایک کمہار کے گھر میں پیدا ہوا۔ میرے اما اور ابا مٹی کے برتن بنایا کرتے تھے۔ میں ان کا چہیتا اور لاڈلا بیٹا تھا۔ جب میں کچھ بڑا ہوا تو کام میں ان کا ہاتھ بٹانے لگا۔ کمہار کے حالات کچھ اچھے نہ تھے۔ اس کے بیٹے نے پانی کی سپلائی کا کام شروع کر لیا۔

اس نے خوب صورت سا ریڑھا بنایا جس پر وہ پانی کے کین رکھ کر گھروں میں پانی سپلائی کرتا تھا۔ اس نے مجھے اس ریڑھے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میں جوت لیا تھا۔ میں اپنے مالک کی خدمت کر کے بہت خوش ہوتا تھا۔ ہم صبح بچوں کے ایک اسکول میں بھی پانی کے کین دیا کرتے تھے۔ مجھے بچے بہت پسند تھے۔ ہنستے مسکراتے بچوں کو دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو جاتا تھا۔

ایک دن صبح صبح ہم پانی کے کین لاد کر اسکول کی جانب بڑھے تو ایک ویران سڑک پر کچھ لوگوں نے ہمیں روک لیا۔ انہوں نے بڑی تیزی سے میرے مالک کو باندھ لیا اور پانی کے تین کین میرے ریڑھے سے اُتار کر اپنی گاڑی سے تین کین اُتار کر میرے ریڑھے پر رکھ دیئے۔ مجھے ان کی باتوں سے پتا چلا کہ وہ لوگ دہشت گرد ہیں اور انہوں نے ان کینوں میں بڑے بڑے بم چھپا رکھے ہیں۔ ایک شخص نے میرے مالک کا بھیس بدلا اور مجھے لے کر اسکول کی طرف بڑھ گیا۔ میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے تباہی کے مناظر گھومنے لگے اور میرا دل پریشان ہو گیا۔ میں نے سوچا شاید گیٹ پر اسکول کا چوکی دار ہمیں روک لے لیکن جب ہم اسکول پہنچے تو ہم پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔

اس شخص نے وہ کین اس گراؤنڈ میں جہاں بچوں کی اسمبلی ہوتی ہے، اس کے پاس اُتار دیئے۔ میں نے سوچا کہ اب بھی میں نے کچھ نہ کیا تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر سکوں گا۔ میں نے ایک دم نہ صرف شور مچانا شروع کر دیا بلکہ کین کو بھی زور زور سے ٹھوکریں مارنی شروع کر دیں۔ میرے شور مچانے اور کینوں کو ٹھوکریں مارنے کی وجہ سے وہ دہشت گرد جو میرا مالک بنا بیٹھا تھا، گھبرا گیا۔ اس وقت اسکول میں بچے نہیں آئے تھے۔ میں غصے سے بے قابو ہو رہا تھا، میرا شور سن کر تمام سیکیورٹی گارڈز وہاں اکٹھے ہو گئے۔ ایک سیکیورٹی گارڈ نے کہا، یہ گدھا پاگل ہو گیا ہے، اسے گولی مار دینی چاہیے۔ اس نے میرے اوپر گولی چلا دی۔ آہ! گولی سیدھی میری ٹانگ میں لگی اور میری پچھلی ٹانگ کے پرخچے اُڑ گئے۔ میرا غصہ اس طرح سے کم ہونے والا نہ تھا مگر آج میں نے اپنی جان پر کھیل جانے کا عہد کیا ہوا تھا۔ وہ مجھے قابو کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک گارڈ بولا، کین اُٹھا کر دُور کر دیتے ہیں تاکہ پانی ضائع نہ ہو۔ جب اس نے کین اُٹھانے کی کوشش کی تو اسے احساس ہوا کہ اس میں پانی نہیں کچھ اور ہے۔ جب اس نے کین کا ڈھکن اُتار کر اندر جھانکا تو اسے بارود صاف نظر آ گیا۔ وہ فوراً ہی ساری بات کی تہہ تک پہنچ گیا۔ اس نے چلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا، یہ شخص دہشت گرد ہے، جانے نہ پائے۔

دیکھتے دیکھتے ہی وہاں پولیس اور فوج کے جوان پہنچ گئے۔ انہوں نے سارا اسکول گھیرے میں لے لیا۔ پولیس نے دہشت گردوں کے سارے ساتھی پکڑ لیے گئے۔ میرا مالک آزاد ہو گیا۔ میں زخمی تھا مگر بے حد خوش۔

تو بچوں میں ایک گدھا ہوں سب گدھے چار ٹانگوں والے ہوتے ہیں مگر میں تین ٹانگوں والا ہوں اور ہاں! یاد آیا، میں اب اسکول میں ہی رہتا ہوں۔ یہاں بچے مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں اور میں بھی ان سے پیار کرتا ہوں۔

چوتھا انعام: 115 روپے کی کتب

ناشکرا

آمنہ نور، کراچی

''امی کیا ہے، آج پھر بینگن؟ میں تنگ آ گیا ہوں روز روز بینگن کھا کھا کے.....'' دانیال نے کہا اور اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ اس کی امی برتن سمیٹنے لگی۔

دانیال ایک متوسط گھرانے کا لڑکا تھا مگر وہ چاہتا تھا کہ اس کے دسترخوان پر روزانہ نئی نئی کھانے کی چیزیں ہوں۔

اس کی امی کو دانیال کی اس خواہش کا پتا تھا لیکن وہ بھی کیا کرتی، اگر ان کے پاس اتنے پیسے ہوتے تو وہ ضرور اپنے بیٹے کو روز نت نئے پکوان بنا کر کھلاتی۔ ویسے تو دانیال میں کوئی بُرائی نہیں تھی، اچھی طبیعت کا مالک تھا، سوائے اس بُرائی کہ وہ ہر وقت کھانے میں خرابی نکالتا رہتا تھا اور اپنی قسمت کو بُرا بھلا کہتا تھا۔

ایک دن دوپہر کو جب دانیال اسکول سے واپس گھر آ رہا تھا تب اس نے دیکھا کہ ایک لڑکا کوڑے کے ڈرم میں سے کچھ تلاش کر رہا تھا۔ دانیال حیران ہوا کہ اتنی گرمی میں یہ لڑکا دھوپ کی پرواہ کیے بغیر ڈرم سے ایسا کیا تلاش کر رہا ہے؟ دانیال نے ہمت کر کے اس لڑکے سے پوچھا کہ وہ کیا ڈھونڈ رہا ہے؟

لڑکے نے نظریں جھکا کر کہا کہ مجھے میرے مالک نے نوکری سے نکال دیا ہے، دو دن سے کچھ نہیں کھایا۔ وہاں ڈھابے پر لوگوں کا بچا کھچا کھانا مل جاتا تھا تو پیٹ بھر جاتا تھا اور مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ خدا کا شکر تھا، دو وقت کی روٹی مل جاتی تھی۔ بھیک مانگنا مجھے اچھا نہیں لگتا، اس لئے کام کر کے (بقیہ صفحہ نمبر 32 پر)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کشمیر اور قائداعظمؒ

رانا محمد شاہد

کشمیر سے قائداعظم کی وابستگی سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ قائداعظم کشمیر کو پاکستان کا حصہ سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ پاکستان اور کشمیریوں کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہوں۔ قائداعظم کی کشمیر سے محبت کا اندازہ ان کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنی وفات سے چند روز قبل دیا۔ ''کشمیر سیاسی اور فوجی اعتبار سے پاکستان کی شہ رگ ہے اور کوئی خود دار ملک اور قوم یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اپنی شہ رگ کو دشمن کی تلوار کے حوالے کر دے۔''

26 دسمبر 1938ء کو پٹنہ میں مسلم لیگ کے ایک اجلاس میں آپ نے کہا تھا کہ ''آریہ سماجی ہندو مہا سبھائی کانگریس قوم پرست اور کانگریسی اخبار، یہ سب کشمیر کے معاملے پر کیوں چپ سادھے ہوئے ہیں؟ کیا اس وجہ سے کہ کشمیر ہندو ریاست ہے یا اس وجہ سے کہ کشمیر کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے؟''

مئی 1944ء میں قائداعظم محمد علی جناح کو شیخ عبداللہ نے جموں و کشمیر کے دورے کے لیے بلایا۔ شیخ عبداللہ کے نمائندوں نے قائداعظم سے لاہور میں ملاقات کی اور انہیں جموں و کشمیر آنے کی دعوت دی۔ قائداعظم نے چوہدری غلام عباس سے مشورہ کیا۔ جب انہوں نے بھی اس دعوت کی تائید کی تو آپ 8 مئی کو سیالکوٹ سے جموں تشریف لے گئے۔ نیشنل کانفرنس نے بڑے جلوس کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور کئی من پھول راستے میں نچھاور کیے گئے۔ آپ نے جموں میں ایک جلسہ سے خطاب کیا اور دوسرے دن سری نگر کے لیے روانہ ہو گئے۔ 60 میل کے سفر میں راستے میں عوام کا ہجوم آپ کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ کشمیری روایات کے مطابق کشمیری نغموں اور نعروں کی گونج میں آپ کا استقبال کیا گیا۔ وہاں سے آپ سیدھے نیشنل کانفرنس کے جلسے میں چلے گئے۔ شیخ عبداللہ نے اپنے سپاس نامے میں کہا کہ ہم نیشنلزم اور کانگریس سے سیاسی تعلق کے حوالے سے محمد علی جناح کا ایک معزز مہمان کی حیثیت میں خیر مقدم کرتے ہیں۔ قائداعظم نے اپنے خطاب میں کہا کہ آپ نے میرا استقبال محمد علی جناح نہیں بلکہ مسلم لیگ کے قائد کی حیثیت سے کیا ہے۔ قائداعظم کا یہ کھرا جواب شیخ عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو لاجواب کر گیا۔

شیخ عبداللہ نے قائداعظم کو یہ بات بتانا چاہی کہ ریاست میں مسلمانوں کی آبادی 80 فی صد ہے۔ اس لیے یہاں کا اقتدار مسلمانوں کے پاس ہی ہو گا لیکن ہم نے ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو ساتھ ملانے کے لیے نیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ اکثریتی مسلمانوں کی جدوجہد کے ساتھ اقلیت کے شامل ہونے سے تحریک آزادی کا تشخص سیکولر ہو جائے گا۔ قائداعظم نے مسکراتے ہوئے شیخ عبداللہ سے پوچھا۔ ''اب تک کتنے غیر مسلم نیشنل کانفرنس میں شامل ہوئے ہیں۔'' اس پر شیخ عبداللہ اور اس کے ساتھی کوئی جواب نہ دے سکے۔ مؤرخین کے مطابق اس وقت صرف دو پنڈت نیشنل کانفرنس کا حصہ تھے اور وہ بھی صرف

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

دکھاوے کے لیے، بعد میں وہ بھی اس سے الگ ہو گئے۔

قائداعظم نے سری نگر میں دو ماہ قیام کیا۔ جون 1944ء کے آخر میں آپ نے آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی۔ اس میں ہزاروں افراد شریک ہوئے۔ لوگ اپنے گھروں کی چھتوں پر قائداعظم کو دیکھنے کے لیے موجود تھے۔ قائداعظم نے ایک گھنٹہ سے زائد اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آپ نے کہا کہ شیخ عبداللہ نے مجھے یاد کرانے کی کوشش کی ہے کہ تحریک آزادی کو تقویت پہنچانے کے لیے میں نے ہندوؤں کو اس پلیٹ فارم میں شامل کیا۔ قائداعظم نے لوگوں سے کہا کہ آپ مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے جدوجہد جاری رکھیں۔ اقلیتوں سے اچھا سلوک کریں۔ آپ نے خصوصاً فرمایا۔ ''کشمیر مسلم اکثریت کی ریاست ہے۔ یہاں 32 لاکھ مسلمان آباد ہیں جن کا خدا، رسول، کلمہ، کعبہ، قرآن ایک ہے۔ لہٰذا ان کو مسلم کانفرنس میں منسلک ہو کر آزادی کی جدوجہد کرنی چاہیے۔ برصغیر کے دس کروڑ مسلمان ان کے ساتھ ہیں۔'' انہوں نے اپنے خطاب میں کشمیریوں کو ان کی منزل کے حصول میں راہ نمائی کی۔ آپ کو کشمیر کے دورے سے اندازہ ہو گیا کہ جموں و کشمیر کے مسلمانوں کے دلوں میں پاکستان کی ناقابلِ تسخیر محبت موجود ہے۔ انہوں نے کشمیریوں سے فرمایا کہ بحیثیت مسلمان ہمارے لیے عزت کا ایک ہی راستہ ہے۔ اتحاد، اتفاق، ایک پرچم، ایک نصب العین، اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

17 مئی 1947ء کو قائداعظم نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ ایک مکالمے میں پاکستان کے حروف میں لفظ ''ک'' برائے کشمیر کہا۔ کشمیر کا پاکستان کا حصہ بننے کی دوسری وجہ قائداعظم کے نزدیک یہ تھی کہ یہاں مسلم آبادی کی اکثریت ہے اور پھر یہ پنجاب سے متصل ہے جو مسلم آبادی کا صوبہ ہے۔ تیسری وجہ کشمیر کی معیشت کا دار و مدار اور بیرونی ممالک سے تجارت کے لیے ان علاقوں سے ہو کر گزرتا تھا جو پاکستانی ہیں۔ چوتھی اور اہم وجہ یہ تھی کہ پاکستان کی زرعی زندگی کا انحصار جن دریاؤں (سندھ، چناب، جہلم) پر تھا، ان کا بیشتر حصہ کشمیر سے ہو کر گزرتا تھا۔ دریائے سندھ جو 1800 میل طویل ہے، اس کا زیادہ حصہ کشمیر سے ہو کر گزرتا ہے۔ اس طرح جہلم اور چناب کے پانیوں کا دار و مدار بھی کشمیر سے پگھلنے والی برف پر ہے۔

مشہور کتاب ''ٹرانسفر آف پاور ان انڈیا'' میں لکھا ہے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 14 اگست 1947ء کو بھوپال اور الور کے راجاؤں کو بتا دیا تھا کہ گورداسپور کو مشرقی پنجاب میں شامل کرنے سے مہاراجہ کشمیر کے لیے بھارت کے ساتھ الحاق کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔''

تقسیم ہند کے آخری وقت میں جب ریڈکلف کی طرف سے نقشوں میں تبدیلی کی گئی اور گورداسپور کی دو تحصیلیں جہاں مسلم آبادی کی اکثریت تھی، بھارت میں شامل کرنے کی سازش کا علم قائداعظم کو ہوا تو انہوں نے اسے ہندو اور انگریز کی کارستانی اور تقسیم کے اصولوں کی خلاف ورزی اور ناانصافی قرار دیا۔ قائداعظم نے فوری طور پر محمد علی کو لارڈ اسماعیل جو ریڈکلف کا سیکرٹری تھا، کے دفتر روانہ کیا۔ محمد علی نے اس بات کی تصدیق کی کہ کشمیر پر بھارتی قبضے کی راہ ہموار کر دی گئی ہے۔ ایسی صورتحال میں قائداعظم نے کشمیر پر فوجی کارروائی کا حکم دیا جس پر انگریز کمانڈر ان چیف نے عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ یوں اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ کشمیر کو بھارت کا حصہ بنانے میں انگریزوں نے بھی ہندوؤں جیسا کردار ادا کیا تھا۔

1947ء میں کشمیریوں کی مدد کرنے پر بھارتی گورنر جنرل نے قائداعظم پر قبائلی مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے دباؤ ڈالا مگر قائداعظم نے دوٹوک الفاظ میں انکار کر دیا اور کہا کہ قبائلی مسلمانوں کے خلاف کارروائی نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ وہ کشمیری مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھ کر ان کی مدد کر رہے ہیں۔

قائداعظم کی کشمیر سے محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کشمیر کو وہ پاکستان کی شہ رگ تو قرار دیتے ہی تھے لیکن ان کا کشمیر سے والہانہ لگاؤ کا اندازہ اس بات سے بھی لگائیے کہ زندگی کے آخری ایام میں بھی کشمیر ان کے دماغ پر چھایا رہا۔ 1948ء میں اپنے انتقال سے پہلے نیم بے ہوشی میں وہ بڑبڑاتے رہے۔

''کشمیر کمیشن کہاں ہے؟ وہ لوگ کیوں نہیں آئے؟''

(اس وقت تک مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں جا چکا تھا۔)

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم عہد کریں کہ قائداعظم کے فرمان اور خواہش کے مطابق کشمیر کو پاکستان کا حصہ بنانے میں بھرپور کردار ادا کریں گے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

غلام حسین میمن

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس

قرآن مجید میں یہودیوں کو ناپسندیدہ قوم قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ (عیسائی) تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ نبی کریم ﷺ نے کئی غزوات میں کفر کے خلاف جہاد کیا۔ ان میں کئی بار کفار کا ساتھ یہودیوں نے دیا۔ وہ وعدہ خلاف اور موقع پرست قوم ہے۔

مسلمانوں اور یہودیوں کی دشمنی شروع سے ہی ہے۔ آج ان کے ظلم کے سب سے زیادہ شکار ہمارے فلسطینی بھائی ہیں۔ انہیں ان کے ملک اور زمین سے بے دخل کیا جا رہا ہے۔ احتجاج پر قید میں ڈالا جاتا ہے اور قتل عام بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔

یہودیوں کی سازش کے نتیجے میں 21 اگست 1969ء کو مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کے ایک حصے کو جلانے کی ناپاک سازش ہوئی۔ اس واقعے نے عالم اسلام میں غم و غصے کی لہر دوڑا دی۔ پوری عالم اسلام مسلمانوں کے قبلہ اول کے لیے بے چین ہو گئی۔ اسے قبلہ اول یوں کہا جاتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نبوت کے مرتبے پر فائز ہوئے اور انہیں شب معراج کے موقع پر نمازوں کا تحفہ ملا، تو تقریباً سترہ (17) ماہ تک مسلمان مسجد اقصیٰ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ بنے۔ ایک روز نماز کے دوران ہی وحی کے ذریعے اللہ کے رسول ﷺ کو قبلہ مسجد اقصیٰ سے خانہ کعبہ کی جانب کرنے کا حکم ہوا۔ اس وقت جس مسجد میں یہ نماز ادا کی جا رہی تھی، اس کا نام ہی ذو قبلتین ہو گیا، یعنی دو قبلوں والی مسجد۔

مسجد اقصیٰ کی سازش سے وہ مسلمان جو پہلے ہی اپنی کمزوری کا احساس کر کے ایک متحد قوت بننے کی فکر میں تھے، اس واقعے نے انہیں اتفاق کی ایک لڑی میں پرو دیا۔ انہوں نے اس واقعے کے بعد اسلامی ممالک کی تنظیم O.I.C قائم کی۔ اس کا پہلا اجلاس 22 ستمبر 1969ء کو مراکش کے شہر رباط میں ہوا۔ تین روزہ اس اجلاس میں 26 اسلامی ممالک کے سربراہوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں باقاعدہ اسلامی سیکرٹریٹ کا قیام عمل میں آیا، اس کا صدر دفتر جدہ (سعودی عرب) میں ہے۔

اس کے اغراض و مقاصد یہ طے پائے:

- ☆ اتحاد اسلامی کو فروغ دیا جائے۔
- ☆ معاشی، سماجی، ثقافتی اور سائنس کے شعبوں میں رکن ممالک کے درمیان تعاون بڑھایا جائے۔
- ☆ نسلی منافرت ختم کی جائے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

☆ بین الاقوامی امن کے قیام کے لیے کوشش کی جائے۔
☆ مقدس مقامات کے تحفظ کے لیے کوشش کی جائے۔
☆ فلسطینی عوام کی جدوجہد آزادی کی حمایت اور ان کی مدد کی جائے۔
☆ اس سیکرٹریٹ کے ذیلی ادارے بھی قائم ہوئے جن میں القدس فنڈز، بین الاقوامی کمیٹی برائے اسلامی ورثہ، اسلامی شہری ہوا بازی کونسل، اسلامی فاؤنڈیشن آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، اسلامی قانون اکیڈمی، اسلامی ترقیاتی بینک، جدہ اور اسلامی عدالت انصاف وغیرہ شامل ہیں۔

اسلامی سربراہی کانفرنس کا دوسرا اجلاس 22 فروری 1974ء بروز جمعہ کے تاریخی دن پنجاب اسمبلی ہال میں تین روز کے لیے شروع ہوا۔ اس موقع پر لاہور شہر کو مسلمان سربراہوں کے استقبال کے لیے بہترین انداز میں سجایا گیا تھا۔ جگہ جگہ خوش آمدید کے بینر آویزاں کیے گئے تھے۔ شہریوں کی جانب سے شالامار کے تاریخی باغ میں سربراہوں کو شاندار استقبالیہ دیا گیا۔

پاکستانی قوم کے اس جوش و خروش میں ریڈیو پاکستان اور پاکستان کے ٹیلی ویژن بھی کسی سے پیچھے نہ تھا۔ اس موقع پر کراچی ریڈیو کا تیار کردہ مہدی ظہیر کی آواز میں قومی نغمہ تیار کیا گیا تھا۔

ہم تابا ابد سعی و تغیر کے ولی ہیں!
ہم مصطفوی ، مصطفوی ، مصطفوی ہیں

اس موقع پر پاکستان محکمہ ڈاک نے یادگاری ڈاک ٹکٹ کا سیٹ اور سوونیر بھی جاری کیا۔

کانفرنس کے انعقاد سے پہلے، کانفرنس میں شرکت کے لیے آنے والے تمام مسلم ممالک کے سربراہان اور نمائندگان نے لاہور کی تاریخی بادشاہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ اس موقع پر مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی، تنظیم آزادئ فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات، سعودی عرب کے بادشاہ شاہ فیصل سمیت کئی عالمی رہنما شامل تھے۔ اس وقت مسجد اور اس کا صحن نمازیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ نماز جمعہ کی امامت بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا عبدالقادر آزاد نے کی۔ نماز سے قبل خطبہ میں انہوں نے مسلم اتحاد پر زور دیا اور قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت کی جن میں اتحاد کی تلقین کی گئی تھی۔

اسلامی ملک بنگلہ دیش، جو کبھی پاکستان کا حصہ تھا۔ اسے بھی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی، مگر بنگلہ دیش نے اس کانفرنس میں شرکت سے پہلے یہ شرط عائد کی کہ پاکستان پہلے اس کی آزاد حیثیت کو تسلیم کرے۔ کانفرنس کے پہلے روز، کانفرنس کے آغاز سے ذرا دیر پہلے وزیر اعظم پاکستان نے بنگلہ دیش کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی پاکستان ہمیشہ کے لیے اپنے مشرقی حصے سے دور ہو گیا۔

اس کانفرنس کے صدر، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ شام چھ بجے اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل حسن محمد ابتہامی اور پاکستان کے سیکرٹری خارجہ آغا شاہی نے کانفرنس کے سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔

کانفرنس کا باقاعدہ آغاز قاری زاہد قاسمی کی تلاوت سے ہوا۔ اس میں 37 ممالک کے سربراہ اعلیٰ اور نمائندے شریک ہوئے۔ ان میں سربراہان کی تعداد 24 تھی۔ اس کے علاوہ تنظیم آزادی فلسطین، عرب لیگ، مؤتمر اسلامی اور رابطہ اسلامی کے وفود بھی شریک ہوئے۔ تین دن جاری رہنے والا یہ اجلاس 24 فروری 1974ء کو اختتام پذیر ہوا۔ اس موقع پر سرکاری اعلامیہ جاری ہوا۔ اس کے مطابق یہ کانفرنس ایک اہم پیش رفت ہے، جس کے ذریعے عالم اسلام کو ایک دوسرے کے قریب آنے اور مسائل کو حل کرنے میں مدد ملی۔ اس میں مشرق وسطیٰ اور فلسطین کے مسئلے پر مکمل اتحاد اور یک جہتی کا اعلان بھی ہوا۔

اس کانفرنس کے یادگار کے طور پر قائم اسلامی سمٹ مینار اسلامی اتحاد کا گواہ ہے۔ اس کا ڈیزائن ترکی کے مشہور ماہر تعمیرات وحدت دلوکے نے بنایا۔ وہ اس سے قبل شاہ فیصل مسجد کا ڈیزائن بھی بنا چکے ہیں۔ یہ مینار لاہور میں فیصل اسکوائر میں پنجاب اسمبلی، واپڈا ہاؤس اور الفلاح بلڈنگ کے عین وسط (درمیان) میں موجود ہے۔ اس کا مینار 150 فٹ اونچا اور 5 مربع فٹ چوڑا ہے۔ اس کے اندر کنکریٹ اور لوہا بھرا ہوا ہے۔ اس کے چاروں طرف خیمہ نما تختیاں ہیں۔ مینار کے احاطے میں سونے کے تاروں سے لکھا ہوا قرآن پاک رکھا ہوا ہے۔ اس مینار کا افتتاح، کانفرنس کی تیسری سالگرہ کے موقع پر 22 فروری 1977ء کو پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کیا۔ اس یادگار موقع پر چاندی کا سو روپے کا سکہ اور سونے کا ایک ہزار روپے کا سکہ بھی جاری کیا گیا۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مدیرہ تعلیم و تربیت، السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟

نیا سال، مبارک ہو! تعلیم و تربیت میں یہ میرا پہلا خط ہے۔ جب ہمارے والدین ہماری تربیت کر رہے تھے تو وہ تعلیم و تربیت کو ہمارے لیے ازحد ضروری خیال کرتے تھے اور آج بھی ہم اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ تعلیم و تربیت کا معیار برقرار ہے۔ کیلنڈر کے تحفے کا بہت شکریہ! جسے میں نے اپنی ٹیبل پر لگایا ہے۔ درس قرآن و حدیث میں سال کے شروع میں ہی تھکن بھگانے کا تحفہ اچھا لگا۔ کہانیاں سب بے حد اچھی لگیں۔ ایڈیٹر کی ڈاک میں جگہ پانے کے لیے ہم نے اختصار کی چادر اوڑھ لی ہے اور سب اچھا کا جادو چلا رہے ہیں..... ہاہاہا۔ معلومات، مزہ، تاریخ، رنگ بھریں اور پہیلیاں۔ اتنا کچھ اس میں موجود ہے کہ تعریف نہ کرنا زیادتی ہو گی اور میں میٹھ پر توجہ دینے کا بالکل دل نہیں چاہ رہا۔ حقیقت خود کو منوا لیتی ہے۔ مانی نہیں جاتی۔ بس اس میں صرف ہماری موجودگی کی کمی محسوس ہوئی۔ سو وہ پوری کر دی.....!!! اب آپ حوصلہ بڑھائیں اور ہم بھی پاؤں پھیلائیں۔ یعنی کہانی بھیجیں۔ کیا خیال ہے.....!! (عافیہ رحمت، کراچی)

☆ ضرور! خوش آمدید، بخیر راغلے، جی آیاں نوں۔

ڈیئر ایڈیٹر صاحبہ! اُمید ہے کہ آپ ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ میں عرصہ دراز سے تعلیم و تربیت کی خاموش قاریہ ہوں۔ کبھی لکھنے کی ہمت بھی نہ ہوئی لیکن آج مجھے رسالے کے معیار نے لکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ آپ کا رسالہ میرا مطلب ہے ہمارا رسالہ بہت ہی تعریف کے قابل ہے۔ اس میں بچوں کے لیے ہر طرح کی رہنمائی موجود ہے۔ بچے نہ صرف اس کو پڑھ کر محظوظ ہوتے ہیں بلکہ بہت سی اچھی اچھی باتیں بھی سیکھتے ہیں۔ جنوری کے شمارے میں تقریباً تمام کہانیاں اور تمام سلسلے اعلیٰ ترین اور قابل تعریف ہیں۔ میں آج پہلی بار لکھ رہی ہوں شائع ضرور کیجیے گا۔ میں نے بہت سی اُمیدیں لگائی ہیں اور بہت صاف نیت سے لکھا ہے۔ تعلیم و تربیت کا ہر سلسلہ بہت ہی اچھا ہے۔ میں آپ کو کچھ لطائف اور کہانیاں بھیجنا چاہتی ہوں طریقہ بتا دیں۔ (عروج بشیر، لاہور)

☆ شکریہ! ڈیئر عروج! بذریعہ ڈاک یا ای میل سے اپنی چیزیں بھجوائیں۔

اُمید ہے کہ تعلیم و تربیت کی پوری ٹیم خیریت سے ہو گی۔ سب سے پہلے تو ایک گلہ کہ آپ خط تو کیا نام تک شائع نہیں کرتے۔ کیا آپ ناراض ہیں؟ ناراض نہیں تو خط شائع کیجیے کیوں کہ میں ہر ماہ باقاعدگی سے خط لکھتا ہوں۔ چلیں چھوڑیں۔ اس ماہ رسالہ ''بلاک بسٹر'' تھا۔ ''ٹھگ'' کی آخری قسط پڑھ کر لبوں پر بے ساختہ ''واہ'' آ گیا۔ جھوٹا سچ، راجا رانی اور بھلکڑ بہت زبردست تھے۔ ''زمزمہ توپ'' اور ''شیر شاہ سوری'' بہت معلوماتی تھے۔ میرے سب دوست کتنے ذہین و فطین ہیں کتنی اچھی اچھی تحریریں لکھتے ہیں۔ چلیں اب اجازت دیں، ہوم ورک بھی کرنا ہے۔ اللہ حافظ! (محمد عمر فاروق، سیال کوٹ)

☆ خط لکھنے کا شکریہ، اپنی تحریریں بھی بھیجیں۔

ڈیئر آپی کیا حال ہے؟ اُمید ہے ٹھیک ہوں گی۔ جنوری کا شمارہ جیسے ہی ہاتھ میں آیا دل میں خوشی کے لڈو پھوٹنے لگے۔ مگر سرِ ورق پر ''نیا عیسوی سال مبارک ہو'' جیسے الفاظ پڑھ کر دل محزون کر رہ گیا۔ کیوں کہ ہم محرم الحرام سے شروع ہونے والے اسلامی سال کی اہمیت سے غفلت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ براہ مہربانی کچھ ایسا ہونا چاہیے کہ اقبال کے شاہینوں میں عقابی روح بیدار ہو اور اسلامی تشخص ابھر سکے، بہرحال اب آتی ہوں ''تعلیم و تربیت'' کے درخشندہ الفاظ کی طرف۔ حمد و نعت سے دل کو منور کرتے ہوئے، تسبیحات فاطمہؓ سے سفر کرتے ہوئے سب سے پہلے ''اُستاد اور شاگرد'' پڑھی۔ جس کو پڑھ کر آنکھوں میں نمی آ گئی۔ واہ رائٹر غلام یاسین! آپ نے بہت حساس موضوع پر اپنے قلم کو جنبش دی۔ اُمید ہے کہ آپ آئندہ بھی ایسے ہی منفرد موضوعات کو لے کر ہمارے اور بچوں کے ذہنوں کو جلا بخشتے رہیں گے۔ اس کو پڑھنے کے بعد اوجھل خاکے پر نظر پڑی تو دل نے اُکسایا یہ کام بھی کر لوں، یقین کریں آپی! میرا دماغ گھوم گیا مگر میں نے ساری چیزیں تلاش کر لیں۔ معلومات سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بھرپور فنلے مورس، حضرت یونسؑ، بچوں کا انسائیکلوپیڈیا، موتی کیسے بنتے ہیں، شیر شاہ سوری، زمزمہ توپ، مقبرۂ جہانگیر جیسی تحریر زبردست تھیں۔ مہوش کی ''جھوٹا سچ'' پڑھی تو واقعی معاشرہ میں ایسا ہو رہا ہے۔ اس کے بعد ''حسن سلوک'' پڑھی تو فوراً میرے سامنے وہ واقعہ آ گیا جب ایک اونٹ پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے مالک کی شکایت لگانے آیا تھا۔ باقی رسالہ ابھی زیرمطالعہ ہے۔ او کے فی امان اللہ ڈیئر آپی۔ اللہ اس رسالے کو کام یابی سے ہمکنار فرمائے (آمین) ایک شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے جینا نہیں آتا اسے مرنا نہیں آتا

(شازیہ ہاشم میواتی، قصور)

☆ آپ کا خوب صورت تبصرہ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ آتی جاتی رہا کریں۔

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گی۔ پورا کا پورا رسالہ لاجواب تھا۔ کہانیاں شکابل، استاد اور شاگرد اور ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے بازی لے گئیں۔ لطائف بھی ہمیشہ کی طرح اچھے تھے۔ میں اس رسالے کو بہت شوق سے پڑھتی ہوں لیکن میرا خط آپ نے کبھی شائع نہیں کیا۔ ایک مہینہ بے صبری سے گزرتا ہے تو رسالے میں خط شائع نہیں ہوتا۔ پلیز، یہ خط شائع کر دیں۔ اچھا یہ بتایئے کہ میری لکھائی کیسی ہے؟ امید ہے آپ میرا خط شائع کر کے حوصلہ افزائی کریں گی۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو ترقی دے اور آپ کو خوش رکھے۔

(تحریم نور)

☆ اب تو آپ خوش ہیں۔ لکھائی بھی اچھی ہے۔

اُمید ہے کہ آپ سب ٹیم خیریت سے ہوں گی۔ آپ نے ہم کو رلایا مگر ہم نے آپ کو کچھ نہیں کہا۔ آپ نے ہم کو جھٹلایا مگر ہم نے آپ کو کچھ نہیں کہا، آپ نے نام بھی شائع نہ کیا لیکن ہم نے خط ضرور لکھا اگر یہ بھی شائع نہ ہوا تو ہم..... کوئی بات نہیں دوسرا خط لکھ دیں گے۔ گلے شکووں کے بعد اُمید ہے کہ یہ خط ضرور شائع کریں گی کیوں کہ آپ تعریفی خطوں کے ساتھ تنقیدی خطوط بھی شائع کرتی ہیں۔

(شاہ زیب اثر، پشاور)

☆ اپنی تجاویز اور آراء سے بھی آگاہ کرتے رہا کریں۔

سب سے پہلے آپ کو اور تعلیم و تربیت کی پوری ٹیم کو بہت ساری دعائیں! میں تو ٹھیک ہوں یقیناً آپ بھی ٹھیک ہی ہوں گی اور دن رات تعلیم و تربیت کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہی ہوں گی۔ اس بار رسالہ پڑھ کر میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا اور خود بہ خود زبان سے ''ماشاء اللہ'' نکل آیا اس ماہ کا رسالہ تو ریکارڈ توڑ گیا۔ میں ایک حافظہ اور جماعت ہفتم کی طالبہ ہوں اور میرے پاس ان چیزوں کا وقت نہیں ہوتا مگر پھر بھی میں اس رسالے کی خاطر اپنا وقت نکالتی ہوں۔ پلیز! میری محنت سے لکھے ہوئے خط کو رَد نہ کیجئے گا اور اسے ضرور شائع کریں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''تعلیم و تربیت'' کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دے۔ (آمین!)

(حافظہ آمنہ اسلم، جہانیاں)

میں خیریت سے ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گی۔ میں بہت دفعہ آپ کو خط لکھ چکی ہوں لیکن ایک بھی شائع نہیں کیا صرف یہ ہی نہیں بلکہ آپ نے میرے جوابات کھوج لگایئے اور دماغ لڑاؤ بھی شائع نہیں کیے اور ہونہار مصور میں بھی کوئی تصویر شامل نہیں کی لیکن پھر بھی میں نے ہمت نہیں ہاری اور ایک بار پھر آپ کو خط لکھنے بیٹھ گئی۔ خیر اب میں بہت پراُمید ہوں کہ اس مہینے ضرور میرا نام ہی نہیں بلکہ تحریر بھی شائع کی جائے گی۔ ہمیشہ کی طرح ساری کہانیاں ٹاپ پر تھیں کسی ایک کا نام لینا دوسری کہانیوں کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔ میری دعا ہے کہ تعلیم و تربیت دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرے۔

(ازکیٰ آصف، پشاور)

☆ پیاری ازکیٰ! انعامات بذریعہ قرعہ اندازی دیئے جاتے ہیں۔ فون پر رابطہ کریں۔

ان ساتھیوں کے خطوط بھی بہت مثبت اور اچھے تھے، تاہم جگہ کی کمی کے باعث ان کے نام شائع کیے جا رہے ہیں:

سامیہ رمضان اعوان، شیخوپورہ۔ حلیمہ نشان، خدیجہ نشان، حسن رضا سردار وصفی، کامونکی۔ بنت تنویر، کراچی۔ سیدہ ردا زینب بخاری، گوجرانوالہ۔ تہنیت آفرین، منڈی بہاؤ الدین۔ ربیعہ آفتاب، ایبٹ آباد۔ تماضر ساجد، صادق آباد۔ مہرین بٹ، کائنات آفتاب، لاہور۔ مریم فاطمہ، مجاہد حسین، ساہی وال۔ حافظہ خنساء اقبال، جہانیاں۔ حمزہ سعید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ نایاب صدیقہ، اریب حریم، راول پنڈی۔ ابرار الحق، راجہ جنگ۔ ماہ نور ملک، محمد حمزہ لغاری، میانوالی۔ حذیفہ اظہر، عیشہ فاطمہ، فیصل آباد۔ سمعیہ افتخار، شیخوپورہ۔ سائرہ حبیب، غزالہ حبیب، تاندلیانوالہ۔ عائشہ عبدالسلام، نواب شاہ۔ اسامہ خباب علی، تلہ گنگ۔ عبدالمعید، ٹیکسلا۔ محمد عطاء المصطفیٰ، چنیوٹ۔ شہزاد حسن، صبیح الحسن، کامران۔ زینب صادق، فاروق آباد۔ محمد حاشر، چارسدہ۔ ثمر خان، ملیحہ نور، حمزہ عبداللہ، اسد ارشد خان، لاہور۔ فرید احمد، میانوالی۔ سید تیمور علی، جھنگ صدر۔ خدیجہ گل، چارسدہ۔ میمونہ نوید، راول پنڈی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

www.paksociety.com

کسی ملک میں تین درزی رہتے تھے۔ تینوں دوست تھے۔ ہٹے کٹے تھے اور اپنے کام میں بھی خوب ماہر تھے مگر قسمت کے ایسے ہیٹے کہ ہمیشہ بھوکوں مرتے۔ روز روز کے رونے سے تنگ آ کر، ایک دن انہوں نے سوچا کہ اس ملک کو تو دیں چھوڑ اور کسی دوسرے ملک میں جا کر نصیبہ آزمائیں۔ شاید خدا بہتری کی کوئی صورت پیدا کر دے۔

یہ مدتوں پہلے کی بات ہے، اس زمانے کی جب کہ ریلیں اور موٹریں نہیں تھیں۔ لوگ پیدل یا گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔ درزی بے چارے بالکل پھانک۔ گھوڑا چھوڑ، کوئی مرا مردار گدھا بھی نہیں تھا ان کے پاس۔ کمر سے دوچار سیر چنے باندھے اور پیدل ہی نکل کھڑے ہوئے۔

دوسرے یا تیسرے دن راستے میں ایک جنگل پڑا۔ بڑا لمبا چوڑا اور گھنا۔ شام تک مارا مار چلا کیے مگر جنگل تھا کہ ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ شام پڑی تو بالکل ہی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ اب تو وہ بڑے گھبرائے۔ ایک تو رات، دوسرے جنگل، تیسری بھوک۔ حیران پریشان کھڑے سوچ ہی رہے تھے کہ ایک درزی کی نظر دُور..... شیشم کے درختوں کے گھنے جھنڈ کے پرے..... ایک بڑے سے محل پر پڑی۔ محل کے سنہری مینار ہیرے جواہرات کی طرح جگمگ جگمگ کر رہے تھے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ تینوں لپک جھپک محل کے دروازے پر پہنچے اور بغیر پوچھے گچھے اندر داخل ہو گئے۔

اتنا بڑا محل لیکن نہ آدم نہ آدم زاد۔ ہر طرف ہو حق۔ ایک کمرے کے بعد دوسرے، دوسرے کے بعد تیسرے اور تیسرے کے بعد چوتھے کمرے میں سے ہوتے ہوئے وہ باورچی خانے میں پہنچے۔ چولہوں پر قسم قسم کے کھانے پک رہے تھے لیکن باورچی غائب تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے کہ ایک بڑی ہی باریک اور مہین آواز آئی ''خوش آمدید۔'' انہوں نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو ایک بطخ نظر آئی۔ وہ انہیں سٹ پٹایا ہوا دیکھ کر مسکرائی اور بولی: ''بطخ کا انسانوں کی طرح باتیں کرنا حیرت کی بات ہے۔ تم تھکے ماندے ہو اور بھوکے بھی۔ پہلے کھانا کھاؤ اور پھر آرام کرو۔ صبح جو مرضی چاہے پوچھ لینا.....''

درزی غریب صبح کے بھوکے تھے۔ اتنا ڈٹ کر کھایا کہ معدہ پھول کر حلق تک آ گیا۔ اس کے بعد بطخ انہیں ایک آراستہ پیراستہ کمرے میں لے گئی جہاں تین بستر پہلے سے تیار تھے۔ ایسے آرام دہ اور قیمتی بستر انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے تھے۔ تھکے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہارے تو تھے ہی، ایسے گھوڑے بیچ کے سوئے کہ صبح ہی کی خبر لی۔

صبح کو ناشتے کے بعد انہوں نے بطخ سے پوچھا: ''اب بتاؤ کہ یہ کیا اسرار ہے؟''

بطخ بولی: ''یہ محل ایک جادوگرنی کا ہے، جو بہت ظالم اور کٹھور دل ہے۔ تم مجھے شریف اور بہادر انسان معلوم ہوتے ہو۔ اگر تم کوشش کرو تو اس جادوگرنی کا طلسم توڑ سکتے ہو۔''

''کس طرح.....؟'' دونوں درزیوں نے پوچھا۔

''بتاتی ہوں۔'' بطخ بولی۔ ''یہاں سے کچھ دُور ایک بہت خوب صورت باغ ہے۔ اسی باغ میں وہ منحوس چڑیل رہتی ہے۔ اگر تم نے اپنی حکمت اور عقل مندی سے اسے قابو کر لیا تو میں تمہیں مالا مال کردوں گی۔''

''لیکن تم کون ہو.....؟'' درزیوں نے پوچھا۔

بطخ بولی: ''یہ تمہیں اس وقت خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ جب تم اس جادوگرنی کا جادو توڑو گے..... لو اب جاؤ۔ خدا کے حوالے۔ لیکن ٹھہرو! پہلے ایک بات کا وعدہ کرو.....''

''کون سی بات.....؟'' درزیوں نے پوچھا۔

''اس باغ میں سونے کا ایک درخت ہے، جس کے پتے ہیرے جواہرات کے ہیں۔ خبردار! اس درخت کے پاس ہرگز نہ جانا ورنہ عمر بھر اس چڑیل تک نہ پہنچ سکو گے۔''

''ہم وعدہ کرتے ہیں۔'' درزیوں نے کہا اور بطخ کی بتائی ہوئی سمت روانہ ہو گئے۔

دوپہر کے قریب وہ اس باغ میں پہنچے جس میں جادوگرنی رہتی تھی۔ باغ کیا تھا ایک عجوبہ تھا۔ خوب صورت اور خوش نما کہ حوریں بھی دیکھیں تو دنگ رہ جائیں۔ باغ کے بیچوں بیچ وہ سونے کا درخت تھا، جس کے پتے ہیرے جواہرات کے تھے۔ درزیوں کی تو آنکھیں چوندھیا گئیں۔ ان میں سے ایک بولا: ''اس درخت کے تھوڑے سے پتے بھی ہمیں مل جائیں تو ساری زندگی عیش اُڑائیں۔''

دوسرا بولا: ''دُنیا کے امیر ترین لوگوں میں ہمارا شمار ہو۔ بڑے بڑے بادشاہ جھک جھک کر سلام کریں۔''

پہلا بولا: ''چھوڑو جی اس جادوگرنی کو۔ اس جھنجھٹ میں کون پڑے۔ کیا پتا وہ ہم پر بھی جادو کر دے اور مکھی بنا کر کسی درخت سے چپکا دے۔ جان بوجھ کر جوکھوں میں جان ڈالنا عقل مندی نہیں۔ گنگا سامنے بہہ رہی ہے۔ آؤ ہاتھ دھولیں۔''

تیسرا درزی بہت شریف اور قول کا پکا تھا۔ بولا: ''میں تمہیں کچھ نہیں کہتا۔ جو مرضی چاہے کرو مگر میں تو اپنے عہد پر قائم رہوں گا۔''

ساتھی بولے: ''جاؤ تم اپنے عہد کو شہد لگا کر چاٹنا۔ ہم تو ایسا سنہری موقع ہاتھ سے گنوانے کے نہیں۔'' یہ کہہ کر ان میں سے ایک درخت پر چڑھ گیا اور پتے توڑ توڑ کر نیچے پھینکنے لگا۔

تیسرا درزی جادوگرنی کی تلاش میں آگے بڑھا۔ ابھی تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ایک دیو رسیوں میں جکڑا پڑا تھا اور چھوٹی چھوٹی بے شمار بطخیں اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

رہی تھیں۔ پاس ہی ایک عورت بیٹھی ہلکے ہلکے سروں میں کوئی راگ الاپ رہی تھی۔ دیو نے درزی کو دیکھ کر بڑی دردناک آواز میں کہا ''بھائی! خدا کے لیے میرے اوپر رحم کرو۔ یہ پاس ہی ایک ہتھوڑا پڑا ہے، اس سے میرا سر پھوڑ دو۔ سسک سسک کے مرنے سے ایک دم مر جانا بہتر ہے۔''

درزی نے ہتھوڑا اُٹھایا اور آؤ دیکھا نہ تاؤ، دیو کے سر پر دے مارا۔ ایک دم اتنے زور کا دھماکا ہوا کہ زمین لرز اُٹھی۔ آن کی آن میں وہ دیو ایک خوب صورت شہزادہ بن گیا۔ بطخیں نوکروں اور نوکرانیوں میں تبدیل ہو گئیں اور محل والی بطخ جس نے درزیوں کو جادوگرنی کا پتا بتایا تھا، ایک حسین شہزادی بن گئی۔ وہ عورت جو دیو کے پاس بیٹھی گا رہی تھی، اصل میں وہی جادوگرنی تھی۔ اس کا جادو ٹوٹا تو وہ ایسی دم دبا کے بھاگی کہ پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔

شہزادے اور شہزادی نے درزی کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور اسے جادو کا ایک کپڑا انعام میں دیا۔

''اس کپڑے میں ایک بہت بڑی خاصیت ہے۔'' شہزادے نے کہا۔ ''جب تمہیں بھوک معلوم ہو تو تم اسے فرش پر بچھا دینا اور کہنا: ''کپڑے رے کپڑے کھانا دے، بس پھر دیکھنا غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔'' درزی نے جادو کا کپڑا بغل میں دبایا اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔

چلتے چلتے شام ہوئی تو اسے بھوک لگی۔ اس نے جادو کا کپڑا ایک صاف ستھری جگہ بچھایا اور بولا: ''کپڑے رے کپڑے کھانا دے۔'' یہ کہنا تھا کہ کپڑا قسم قسم کے لذیذ کھانوں سے بھر گیا۔ درزی نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ لیکن ابھی اُٹھ کر جانے ہی والا تھا کہ یکا یک دو دیو آ گئے اور دھاڑ کر بولے: ''او انسان کے بچے! تو آپ ہی آپ سارا کھانا چٹ کر گیا۔ ہمیں پوچھا تک نہیں۔ اب بھلائی اسی میں ہے کہ تو ہمیں کچھ کھانے کو دے ورنہ ہم تجھے ہی کچا چبا جائیں گے۔''

درزی بڑبڑایا۔ مارے ڈر کے سٹی گم ہو گئی۔ بچنے کا کوئی راستہ بھی نہ تھا۔ مجبوراً کپڑا بچھایا اور بولا: ''کپڑے رے کپڑے، کھانا دے۔'' آن کی آن میں کپڑا کھانوں سے بھر گیا۔ دونوں دیو کھانے پر پل پڑے۔ ان میں سے ایک دیو بڑا لالچی اور بدذات تھا۔ اس نے کہا: ''تمہارا یہ کپڑا تو دُنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے مگر ہمارے پاس اس سے بھی ایک اچھی چیز ہے۔ اور وہ ہے جادو کا تھیلا۔ جب اس تھیلے کو کھول کر زور سے کہو گے۔ ''نکل رے فوج نکل۔'' تو فوراً اس میں سے ایک ہتھیار بند فوج نکل آئے گی اور جو تم کہو گے وہ کرے گی۔ اب تم ایسا کرو کہ اپنا کپڑا ہمیں دے دو اور اس کے بدلے میں ہمارا تھیلا تم لے لو۔''

درزی بہت رویا پیٹا، چیخا چلایا، اُچھلا کودا مگر دیوؤں نے ایک نہ سنی۔ انہوں نے تھیلا تو اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور جادو کا کپڑا لے کر چلتے بنے۔

درزی سر پکڑ کے سوچنے بیٹھا کہ اب کیا کروں! یکا یک اسے تھیلے کا خیال آیا۔ اس نے تھیلے کا منہ کھولا اور بولا: ''نکل ری فوج نکل!'' کہنے کی دیر تھی کہ ایک دم تھیلے میں سے تیس چالیس ہزار کا ایک لشکر لیفٹ رائٹ کرتا ہوا باہر نکل آیا۔ فوج کے جرنیل نے اٹن شن ہو کر درزی کو سلوٹ کی اور بولا:

''کیا حکم ہے آقا.....؟''

درزی نے کہا: ''ابھی ابھی دو دیو میرا جادو کا کپڑا چھین کر لے گئے ہیں۔ جاؤ اور ان سے وہ کپڑا لے کر آؤ۔''

دیو ابھی کچھ دُور نہیں گئے تھے۔ فوج نے انہیں آناً فاناً جا لیا۔ بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ دیوؤں نے سینکڑوں سپاہیوں کی ٹانگیں چیر کر رکھ دیں مگر کہاں دو اور کہاں ہزاروں۔ آخر دیوؤں کو شکست ہوئی اور فوج کپڑا لے کر، فتح کے پھریرے اُڑاتی درزی کے پاس واپس آ گئی۔ درزی نے تھیلے کا منہ کھول دیا اور بولا: ''فوج ری فوج، گھس اندر۔'' اور فوج پھر تھیلے میں گھس گئی۔

تین چار دن کے سفر کے بعد درزی اپنے شہر میں پہنچا۔ اس کے ساتھی اب بہت امیر بن چکے تھے۔ لاکھوں کا کاروبار تھا۔ رہنے کے لیے بڑے بڑے محل تھے اور خدمت کے لیے ہزاروں نوکر چاکر۔ غریب درزی کا اور کوئی تو تھا ہی نہیں۔ بھری دُنیا میں لے دے کے بس یہی دو دوست تھے۔ وہ پوچھتا پوچھتا انہی کے پاس پہنچا لیکن وہ ایسے طوطا چشم نکلے کہ سیدھے منہ بات تک نہ کی۔ بڑی بے رخی سے بولے: ''ہم نہ کہتے تھے کہ اس چڑیل کے جھنجھٹ میں نہ پڑو۔ اب مرتے پھرو بھوکے۔ اور جدھر سینگ سمائیں، چلے جاؤ۔ ہمارا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

یہ وہی دوست تھے جن کے ساتھ اس نے اپنی زندگی بتائی

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھی۔ جن کے ساتھ دانت کاٹی روٹی کا ساتھ تھا مگر اب دولت نے انہیں اندھا کر دیا تھا۔ درزی کو اپنے دوستوں کی بے مروتی سے بہت صدمہ ہوا۔ اس نے کہا: ''تم میری مدد نہیں کرنا چاہتے، نہ سہی۔ مانا کہ میں تم جیسا امیر کبیر نہیں مگر دل میرا غنی ہے۔ کل شام میرے غریب خانے پر آؤ، ہم اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ کھانے کے بعد میں تمہیں جادوگرنی کے سارے حالات بتاؤں گا۔ دوست راضی ہو گئے۔

دوسرے دن امیر دوست اپنے غریب دوست کے گھر گئے تو اس نے بڑی آؤ بھگت کی۔ کھانے کا وقت ہوا تو اس نے دسترخوان پر جادو کا کپڑا بچھایا اور بولا: ''کپڑے رے کپڑے، کھانا دے۔'' ذرا سی دیر میں کھانوں سے بھرا دسترخوان انواع و اقسام کے کھانوں سے بھر گیا۔ امیر دوست یہ دیکھ کر حیرت کے مارے اُچھل پڑے۔

کھانے کے بعد انہوں نے پوچھا: ''دوست! یہ کپڑا تم نے کہاں سے حاصل کیا؟'' اس پر درزی نے انہیں سارا واقعہ سنایا۔ دوستوں کے دل میں بے ایمانی آگئی۔ انہوں نے آپس میں مسکوٹ (صلاح و مشورہ) کی اور درزی سے بولے: ''بھئی! اتنے دنوں کے بعد ملے ہو، خدا جانے پھر کب ملاقات ہو۔ اجازت دو تو آج ہم یہیں سو جائیں۔ کل چلے جائیں گے۔''

نیک دل درزی خوشی سے راضی ہو گیا۔ آدھی رات تک تینوں دوست باتیں کرتے رہے اور پھر پڑ کے سو گئے۔

صبح کو درزی جاگا تو اس کے دوست غائب تھے۔ کپڑا دیکھا تو وہ بھی ندارد۔ البتہ تھیلا رکھا ہوا تھا۔ اس نے تھیلے میں سے فوج کو نکالا اور بولا: ''میرے دوست جادو کا کپڑا چرا کر بھاگ گئے ہیں۔ فوراً کپڑے سمیت انہیں میرے رو برو حاضر کرو۔''

فوج نے پلک جھپکتے میں دونوں دغا باز دوستوں کو اس کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ان کی یہ حالت کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ درزی ان کی طرح بے مروت اور طوطا چشم نہ تھا۔ اس کے دل میں رحم آگیا۔ بولا: ''میں تمہیں اس شرط پر معاف کرتا ہوں کہ اپنی آدھی دولت مجھے دے دو تاکہ اس روپے سے غریبوں کے لیے خیراتی شفاخانہ اور اسکول بنائے جائیں۔ اگر تم نے آنا کانی کی تو پھر سمجھ لو.....'' دونوں دوست اس کے پیروں پر گر پڑے اور سچے دل سے وعدہ کیا کہ وہ گھر جاتے ہی اپنی آدھی دولت اس کے نام پر کر دیں گے۔

جس ملک میں وہ درزی رہتا تھا۔ اس ملک کے بادشاہ کی فوج کمزور تھی۔ آئے دن دوسرے ملکوں کی فوجوں سے پٹتی رہتی۔ بادشاہ کو خبر ملی کہ اس کے ملک میں ایک ایسا شخص رہتا ہے جس کے پاس جادو کی فوج ہے تو وہ خود درزی کے پاس آیا اور اسے اپنی فوجوں کا سپہ سالار بنا دیا۔ اب تو درزی کے دن پھر گئے اور وہ عیش و آرام کی زندگی گزارنے لگا۔ ☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بہت سال پہلے کی بات ہے کہ ایک انتہائی خوب صورت سرزمین میں دو جنوں کی جوڑی رہا کرتی تھی۔ گرمیوں میں وہاں کی ہر چیز کھلی اور نکھری ہوئی لگتی لیکن سردیوں میں جب ہر چیز پر برف کی دبیز تہہ جم جاتی تو یہ سرزمین اور خوب صورت ہو جاتی۔ ہر روز یہ جنوں کی دوست جوڑی سیر کو نکلتی۔ وہ جنگلوں میں سے گزرتے۔ پہاڑوں کے اوپر چلے جاتے لیکن دونوں کی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ ان کے پیروں تلے پیڑ نہ روندے جائیں۔

ان کی داڑھیاں اتنی لمبی اور گھنی تھیں کہ کئی پرندوں نے ان میں گھونسلے بنائے ہوئے تھے۔ جہاں بھی یہ دونوں دوست جاتے، انہیں اکٹھا دیکھ کر بلبلیں اور کوئلیں کوکتیں اور چہچہاتیں۔ ایک دن وہ دونوں سمندر میں تیراکی کر رہے تھے کہ دونوں کو ایک گلابی رنگ کا سیپ ملا۔ وہ سیپ بہت چمک دار اور خوب صورت تھا۔ دونوں دوست بے اختیار اس کی تعریف میں جت گئے۔

ایک جن جس کا نام آذر تھا کہنے لگا۔ ”میں اسے ہار میں پرو کر گلے میں پہنوں گا اور مجھ پر یہ زیادہ جچے گا۔“

دوسرا جن جس کا نام ناظر تھا، کہنے لگا۔ ”نہیں ہرگز نہیں، اسے میں گلے میں پہنوں گا۔ مجھ پر زیادہ سجے گا۔“

پھر زندگی میں پہلی دفعہ کسی بات پر ان کی بحث ہونے لگی۔ جیسے ہی ان کی بحث طویل ہوئی، سورج شاید اس بحث سے خائف ہو کر بادلوں کے پیچھے چلا گیا اور بادل گہرے اور سیاہ ہونے لگے۔ تیز ہوا چلی اور تیز ہوا کے چلنے سے سمندر کی لہریں بلند ہونے لگیں اور بادلوں کی تہہ مزید دبیز ہونے لگی۔ یکا یک بارش برسنا شروع ہو گئی۔ جیسے جیسے دونوں جنوں کی بحث بڑھتی گئی، درجہ حرارت کم ہونے لگا اور سردی بڑھنے لگی اور سمندر کی لہریں مزید طاقت سے کنارے سے اپنا سر پٹخنے لگیں۔

آذر اور ناظر نے جلدی جلدی اپنی جرابیں پہنیں لیکن ابھی انہوں نے جوتے پہنے تھے کہ سمندر کا پانی زمین پر چڑھ آیا اور اس نے سارا ساحل اپنی آغوش میں لے لیا۔ یہ بڑی بڑی لہریں آذر اور ناظر کے نہ صرف جوتے بہا کر لے گئیں بلکہ ان کا پسندیدہ سیپ بھی ڈوب گیا۔

دونوں جن غصے سے آگ بگولہ ہو رہے تھے۔ پھر جیسے ہی سیلاب سے بچنے کے لیے وہ پہاڑوں کی طرف دوڑے، انہوں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ایک دوسرے کو بڑے بڑے پتھر مارنا شروع کر دیئے۔ جلد ہی ساری سرزمین پانی میں ڈوب گئی۔ صرف دو اُونچے پہاڑوں کی چوٹیاں پانی سے باہر تھیں جنہوں نے اس ٹھنڈے اور وسیع وعریض سمندر میں دو جزیروں کا روپ دھار لیا تھا۔ ایک چوٹی پر اب آذر رہتا تھا اور دوسری چوٹی پر ناظر۔

سردی بہت بڑھ گئی تھی۔ انہیں برف باری بہت پسند تھی لیکن اب برف باری نہیں ہوتی تھی۔ موسمِ سرما کے بعد پھر موسم گرما آجاتا تھا۔ دونوں جن بھول ہی گئے کہ موسم گرما اپنے ساتھ کتنا دل کش موسم اور نظارے لاتا تھا۔ اب سارے دن ایک ہی جیسے اُکتانے والے تھے اور انتہائی سرد تھے۔

دونوں جھنجلائے ہوئے، اُکتائے ہوئے جن مزید غصے میں آتے گئے۔ اب انہوں نے پتھر ایک دوسرے کی طرف پھینکنا بند کر دیئے اور چٹانیں پھینکنا شروع کر دیں۔ سوموار والے دن آذر، ناظر کی طرف چٹان پھینکتا تھا۔ منگل والے دن ناظر کی باری ہوتی تھی کہ وہ چٹان پھینکے۔ بدھ والے دن پھر آذر کی باری ہوتی۔ ایسا باری باری چلتا رہتا، صرف اتوار والے دن چھٹی ہوتی۔

کئی دفعہ ان چٹانوں نے دونوں جنوں کے کان، ناک اور سروں پر چوٹ لگائی اور ان کے غصے کی اب کوئی انتہا نہیں تھی۔ سمندر میں اب جگہ جگہ ان کی پھینکی ہوئی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ ایک دن آذر نے سوچا کہ وہ ان چٹانوں پر پیر دھرتے ہوئے آگے بڑھ سکتا ہے۔ اس نے انتظار کیا تاکہ ناظر سو جائے۔ پھر اس نے اپنا پتھر سے بنا ہوا گرز اُٹھایا اور اسے لے کر اپنے پہاڑ سے روانہ ہو گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ خاموشی سے ناظر کے پہاڑ پر پہنچ جائے اور ناظر کے سر پر زور سے ضرب لگائے تاکہ وہ سارا دن بے ہوش رہے۔

بے ہوشی کی وجہ سے وہ اپنی باری کی چٹان اس کی طرف پھینکنا بھول جائے گا۔ آذر نے پہلا قدم چٹان پر رکھا اور پھر دوسرا..... جب وہ تیسری چٹان پر پہنچا تو ناظر نے اپنی ایک جناتی آنکھ کھولی۔ اس نے آذر کو دیکھا جس کے ہاتھ میں گرز تھا، جسے وہ سر کے اوپر کر کے تیز تیز گھما رہا تھا۔ آذر نے اپنے پہاڑ کو پیچھے چھوڑ دیا تھا اور چٹانوں پر بڑے بڑے ڈگ بھرتا ہوا اس کی طرف آرہا تھا۔ ناظر نے بھی اپنا گرز سنبھالا اور دشمن کی طرف بڑھا۔ جب دونوں جن ایک دوسرے پر جھپٹے تو یوں لگا جیسے ساری سرزمین پر زلزلہ آگیا ہو لیکن دونوں جن ٹھٹھک کر رُک گئے۔ آذر نے ناظر کے پیروں کی طرف دیکھا اور ناظر نے آذر کے پیروں کی طرف دیکھا۔ دونوں جنوں کے ایک ایک پیر میں سفید اور سیاہ رنگ کی اور دوسرے پیر میں سرخ اور نیلے رنگ کی جرابیں تھیں۔ وہ بڑی دیر تک عجیب و غریب جرابوں کے جوڑوں کو گھورتے رہے۔

پھر آہستہ آہستہ انہیں وہ دن یاد آنے لگا جب پانی نے سرزمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ سیلاب سے بچنے کی جلدی میں تھے اور اسی جلدی میں انہوں نے غلط جرابیں پہن لیں تھیں۔ یہ سوچتے سوچتے وہ یہ بات بھول ہی گئے کہ پچھلے کتنے ہی عرصے سے وہ آپس میں کیوں لڑ رہے تھے؟ اب انہیں کچھ یاد آرہا تھا تو صرف وہ دن جب وہ گہرے دوست تھے۔ انہوں نے اپنے گرز سمندر میں پھینک دیئے اور ہنستے ہنستے ناچنا شروع کر دیا۔

پھر جب وہ اپنے اپنے پہاڑ پر پہنچے تو ان کے نتھنوں میں سفید گلابوں کی خوشبو گھس آئی اور انہیں اپنے شانوں پر سورج کی تمازت محسوس ہوئی۔ سمندر کا پانی اُترنے لگا۔ جہاں جہاں پانی تھا وہاں پھول اُگنے لگے۔ پرندے ان جزیروں پر لوٹنے لگے۔ اب دونوں پہاڑوں کے بیچ کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ صرف ایک وادی تھی جس میں گھنے اور سایہ دار درخت اُگے ہوئے تھے۔

سرزمین پہلے کی طرح دوبارہ خوب صورت ہو گئی تھی۔ آذر اور ناظر دوبارہ پھولوں کی کنجوں میں بیٹھنے لگے تھے۔ کبھی کوئی بھنورا آذر کے کان کو چھو جاتا تو کبھی کوئی تتلی ناظر کی ناک پر بیٹھ جاتی۔ خوب صورت پرندے ستانے کے لیے ان کے سروں پر بیٹھنے لگے۔ دونوں دوست راضی تھے۔ موسم پہلے کی طرح بدلنے لگے۔ کبھی کبھی وہ دونوں سرزمین پر سیر کے لیے نکلتے۔ سرزمین کبھی گھاس سے اٹی ہوتی تو کبھی برف سے۔ ساحل سمندر پر کبھی کبھی ان کے دیو ہیکل پیروں کے نشان بنے ہوتے۔ کئی دفعہ وہ ایسے ہی جنگل میں لیٹ جاتے جو پرندوں اور پھولوں سے بھرے ہوئے تھے۔

لیکن انہوں نے جو بھی کیا وہ علیحدہ البتہ ہمیشہ وہ مختلف رنگوں کی جرابیں آپس میں بانٹ کر پہنتے رہے، حالاں کہ وہ انہیں سیدھا کر بھی پہن سکتے تھے لیکن وہ یہ احتیاط اس لیے کرتے تھے کہ کہیں مبادا وہ دوبارہ لڑ پڑے تو.....

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نھنے قارئین

بوجھو تو جانیں

1- ہری تھی من بھری تھی
راجا جی کے کھیت میں دوشالہ اوڑھے کھڑی تھی

2- نہ ڈنڈا نہ تلوار
ایک چھوٹا سا چوکیدار
(عائشہ صدیقہ، راول پنڈی)

3- ہر جا میرا ٹھکانہ ہے
ہر جا آنا جانا ہے
باغوں میں جب آتی ہوں
خوشبو لے کر آتی ہوں

4- ایک چیز بڑی نرالی
ٹک ٹک، ٹک ٹک کرنے والی
گھنٹے بعد وہ ٹن بجائے
ہر کسی کو وقت بتائے

5- میں نے ایک پرندہ دیکھا
چلتے چلتے تھک گیا
چاقو لے کر گردن کاٹی
پھر سے چلنے لگ گیا
(مائرہ حنیف، بہاول پور)

6- ایک نار بہت کام آتی
جتنے دانت اتنا ہی کھاتی
دانتوں والی کام بتاتی
بنا دانت کے کام نہ آتی

7- آؤ بھائی بازار جائیں
ایک تیسی میں دو رنگ لائیں

8- ہاتھ بچاؤ پیر چلاؤ
پیچھے پیچھے بھاگتے جاؤ
(اسامہ بن خرم)

جوابات: 1- مکئی کا بھٹا 2- تالا 3- ہوا 4- گھڑی 5- قلم 6- کنگھی 7- انڈا 8- جوتے

راستہ تلاش کریں۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بلاعنوان

اس تصویر کا اچھا سا عنوان تجویز کیجئے اور 500 روپے کی کتب لیجئے۔ عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 10 رفروری 2017ء ہے۔

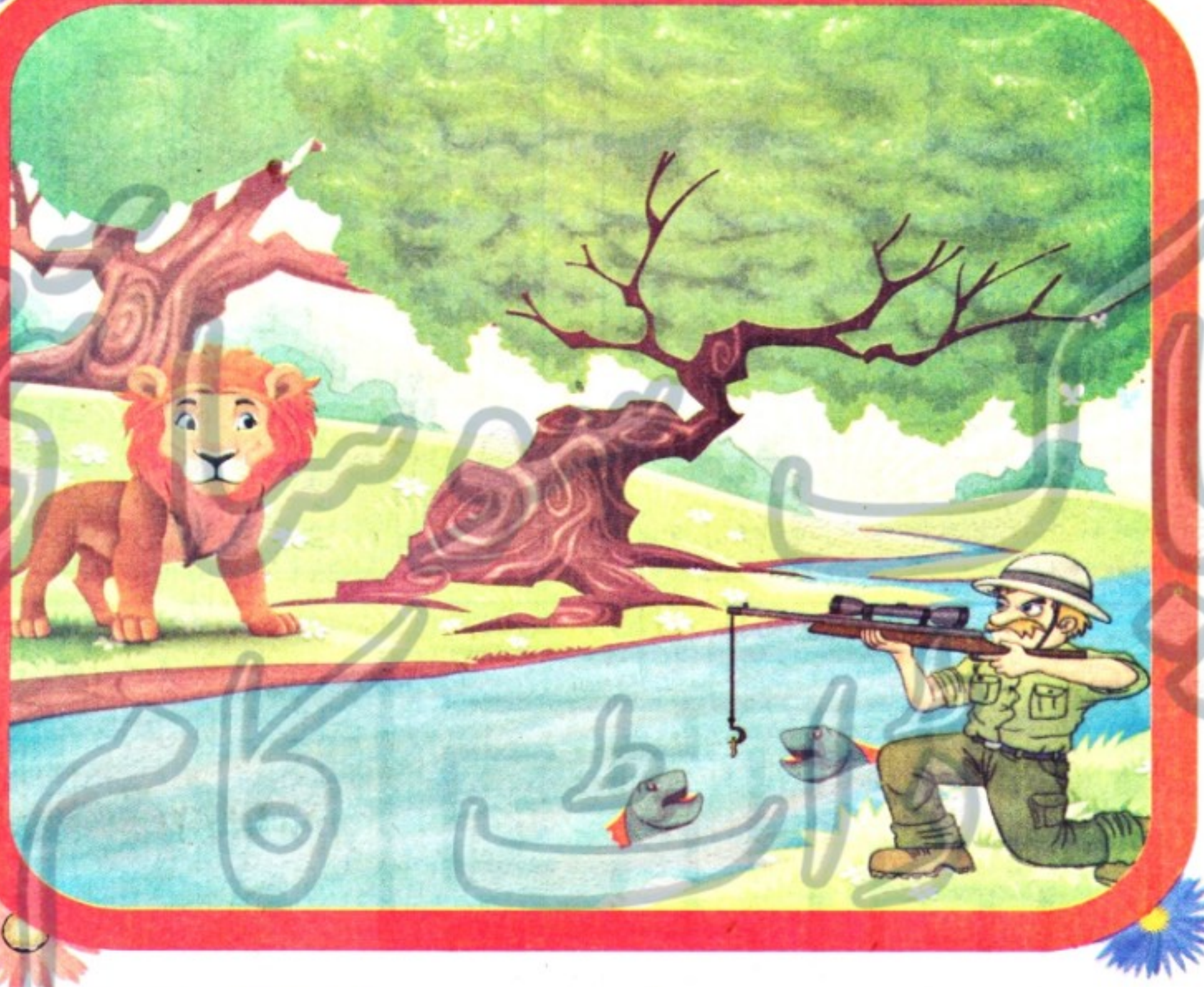

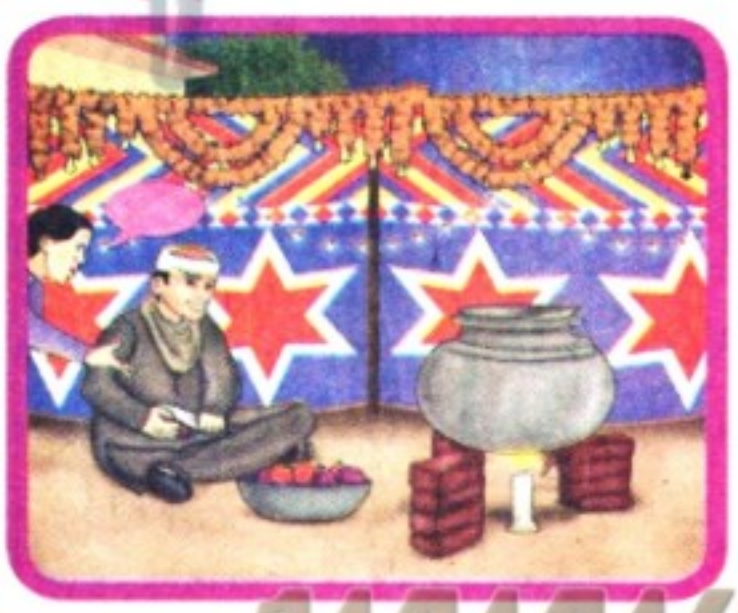

جنوری 2017ء کے ''بلاعنوان کارٹون'' کے لیے جو عنوانات موصول ہوئے، اُن میں سے مجلسِ ادارت کو جو عنوانات پسند آئے، اُن عنوانات میں سے یہ ساتھی بہ ذریعہ قرعہ اندازی **500** روپے کی انعامی کتب کے حق دار قرار پائے۔

- کون جیتا ہے ترے چاول نرم ہونے تک، خاک ہو جائیں گے ہم دیگ گرم ہونے تک (انیہ زاہد، لاہور)
- نائی کو بھی کیا سوجھی شمع سے دیگ پکائی، جس نے بھی دیکھا آنکھوں میں حیرت در آئی (شازیہ ہاشم میواتی، قصور)
- اپنے چاہنے والوں کو آزما کے دیکھ، آج شمع کے اوپر دیگ پکا کے دیکھ (عبدالمقیت، حسن ابدال)
- نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی، نہ کھانا پکے گا نہ بارات کھائے گی (ثمینہ نواب، جھنگ صدر)
- پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ (فیضان علی، حویلی لکھا)

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہونہار مصور

کرکٹ میچ

تصاویر صرف افقی رخ میں ہی بنائیں۔

ملیحہ شہباز، راول پنڈی (پہلا انعام :195 روپے کی کتب)

محمد مہیب عامر، اسلام آباد (تیسرا انعام :125 روپے کی کتب)

سید تیمور علی خالد، جھنگ صدر (دوسرا انعام :175 روپے کی کتب)

عبداللہ عامر، لاہور (پانچواں انعام :95 روپے کی کتب)

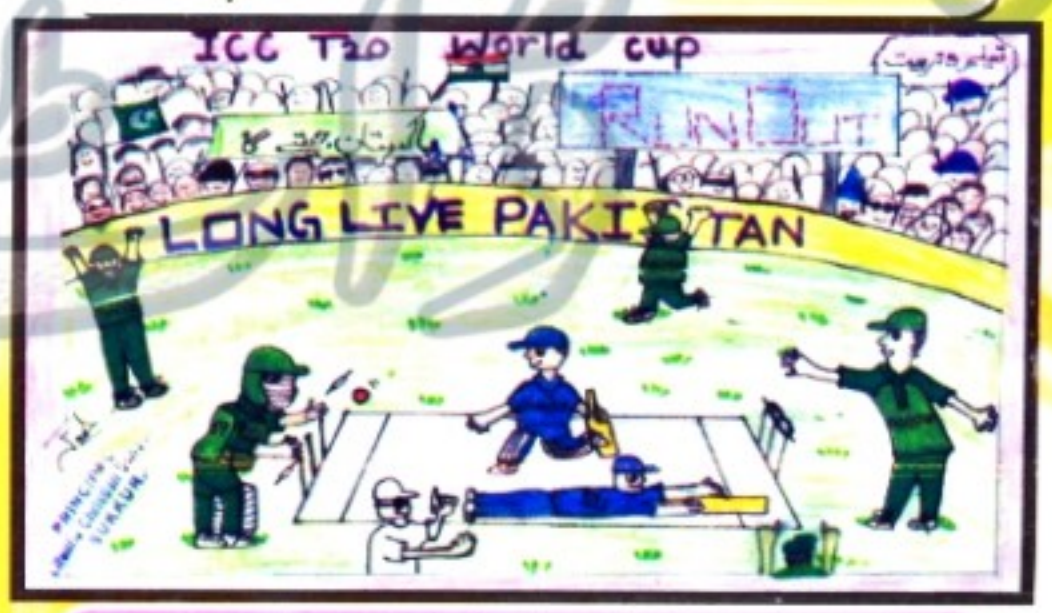

جل، سکھر (چوتھا انعام :115 روپے کی کتب)

کچھ اچھے مصوروں کے نام بہ ذریعہ قرعہ اندازی: عمار احمد، کراچی۔ مریم ثاقب، راول پنڈی۔ آمنہ توقیر، کراچی۔ امیمہ الیاس، چارسدہ۔ حرہ عروج، محمد حمزہ، سرگودھا۔ علینہ احمد، سارا ثاقب، مہرو شکیل، راول پنڈی۔ عاقب فرید گھلو، جھنگ۔ گل شیر، راول پنڈی۔ اریبہ رؤف، گجرات۔ ازکی آصف، پشاور۔ حذیفہ اظہر، فیصل آباد۔ محمد دانش واجد، جہلم۔ محمد اسد اللہ طارق، اسلام آباد۔ مصعب حیدر، راول پنڈی۔ غلام مصطفیٰ، لاہور۔ میمونہ نوید، راول پنڈی۔ محمد حاشر علی، مظفر آباد۔ ہاجرہ حفیظ، اٹک۔ حمزہ سعید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ انعم ماہ نور، ماہ نور اسلم، لاہور۔ ثمینہ اسلم، لاہور۔ امبر عزیز، فیصل آباد۔ ماروشہ، ایبٹ آباد۔ مہک علی، کراچی۔ عابدہ اصغر، مری۔ عدیل صدیقی، لاہور۔ نبیل عارف، سیال کوٹ۔ نعمان الحسن، ساہی وال۔ عبدالمنان، لاڑکانہ۔ آسیہ فردوس، شیخوپورہ۔ شازیہ سہیل، اوکاڑہ۔ زینب انور، بہاول پور۔ کظیمہ زاہرہ، احور کامران، محمد احمد، لاہور۔ نادرہ، صائمہ، گل بانو، گجرات۔ ربیعہ رفیق، محمودہ بی بی، کوئٹہ۔ اسماء آصف، فیصل آباد۔ ہاجرہ مریم، کشف مریم، لاہور۔ عمران چوہدری، ڈیرہ غازی خان۔

ہدایات: تصویر 6 انچ چوڑی، 9 انچ لمبی اور رنگین ہو۔ تصویر کی پشت پر مصور اپنا نام، عمر، کلاس اور پورا پتا لکھے اور اسکول کے پرنسپل یا ہیڈ مسٹریس سے تصدیق کروائے کہ تصویر اسی نے بنائی ہے۔

فروری کا موضوع
سنت میلہ
آخری تاریخ 8 فروری

مارچ کا موضوع
مینارِ پاکستان
آخری تاریخ 8 مارچ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

www.paksociety.com

The Taleem-o-Tarbiat, Lahore
PAKISTAN`S MOST WIDELY READ URDU MAGAZINE FOR CHILDREN OF ALL AGES

طلبہ و طالبات کے لیے فیروز سنز کی معیاری لُغات

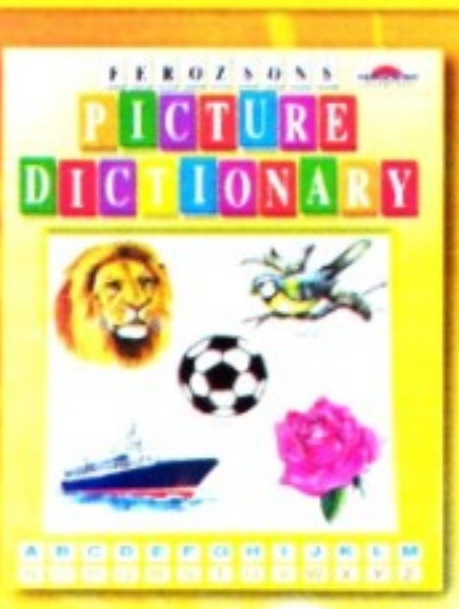

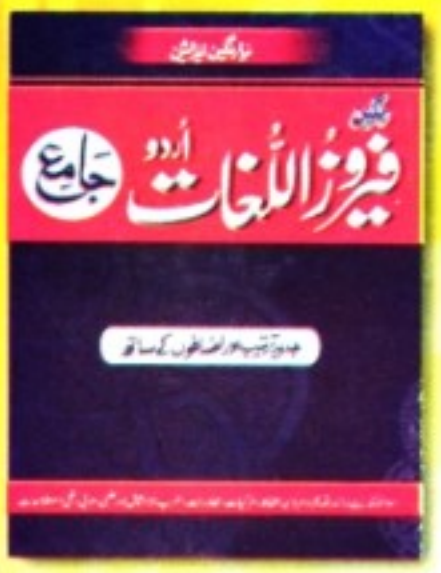

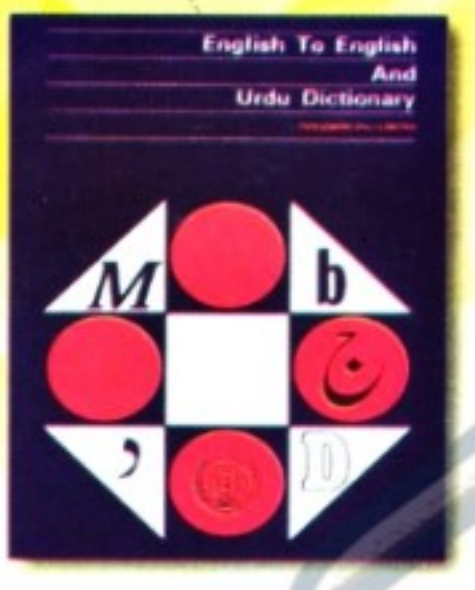

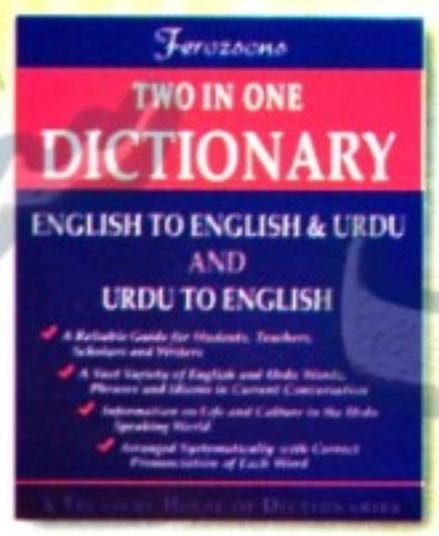

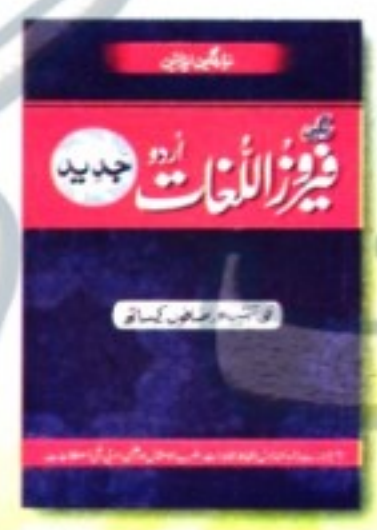

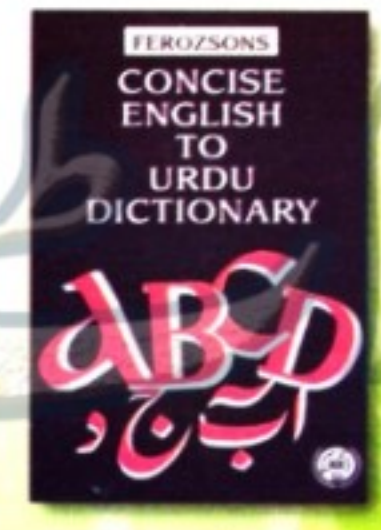

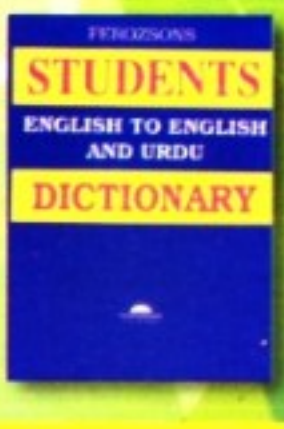

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ
لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

ہدایات برائے آرڈرز:
پنجاب: 60۔ شاہراہ قائداعظمؒ، لاہور۔ 042-111-626262
سندھ اور بلوچستان: پہلی منزل، مہران ہائیٹس، مین کلفٹن روڈ، کراچی۔ 021-35867239-35830467
خیبر پختونخواہ، اسلام آباد، آزاد کشمیر اور قبائلی علاقے: 277۔ پشاور روڈ، راول پنڈی۔ 051-5124970-5124897

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY